کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:13 Issue:2 February 2020

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن

اسلامیانِ ہند کی خدمت میں بدر کا ایک پہلو

مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَإِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَّكُمْ ۖ فَلَمَّا تَرَاءَتِ الْفِئَتَانِ نَكَصَ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ ۚ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿سورۃ الانفال:۴۸﴾

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب شیطان نے ان کافروں کو سمجھایا تھا کہ ان کے اعمال بڑے خوش نما ہیں اور یہ کہا تھا کہ آج انسانوں میں کوئی نہیں ہے جو تم پر غالب آسکے، اور میں تمہارا محافظ ہوں، پھر جب دونوں گروہ آمنے سامنے آئے تو وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹا اور کہنے لگا، میں تمہارا کوئی ذمہ نہیں لے سکتا، مجھے جو کچھ نظر آرہا ہے وہ تم کو نظر نہیں آرہا ہے، مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے، اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔

تشریح: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جملہ پیش آمدہ مسائل کے متعلق اہل اسلام کی رہنمائی فرمائی ہے، رنج وغم کا سماں ہو تو تسکین خاطر کا سامان، اقتدار وخوشی کا ماحول ہو تو احکامات وقصص کے ذریعہ ھدایات، مظلومیت ومرعوبیت کا زمانہ ہو تو خود سنبھلنے، امت کو سنبھالنے، اپنی عظمت رفتہ کو بحال کرنے کی تدبیریں بہ شکلِ واقعات ونصائح وغیرہ۔

یہ حقیقت ہے کہ ہر دور میں اسلام کا کفر سے پالا پڑتا رہا ہے، اہل اسلام اور اہل کفر کے درمیان نبرد آزمائی ہوتی رہی ہے اور تا قیامت چلتی رہے گی کوہ صفا کے پہلے نعرہ سے ہی چراغ مصطفوی اور شرار بولہبی کا تصادم شروع ہو گیا تھا پھر یہ تصادم روز افزوں رہا یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ کی غیرتِ ایمانی کے آگے کفر مغلوب ہوا لیکن کفر کے گرداب میں شرک کی فکری چنگاریاں زندہ رہیں جب کبھی اہل اسلام خلافت فی الارض کی سعی سے غافل ہوئے یہ دبی چنگاریاں شعلہ بن کر ابھریں اسلام اور اہل اسلام کو خاکستر کرنے کی ناپاک کوشش کرتی رہیں، مسلمان اپنا

بہت کچھ ضائع کرنے بعد بھی ہوش کے ناخن لیتے تو یہ کفر کی طاقتیں اپنی بلوں تک محدود ہوکر رہ جاتیں، غرض ہر دور میں یہی سلسلہ چلتا رہا۔

اس دور میں بھی مسلمان جس کشمکش میں زندگی گزار رہا ہے وہ چشم فلک سے مخفی نہیں ہے گویا مسلمانوں کی زندگی آفتوں مصیبتوں، نت نئے مظالم سے عبارت ہے، ان کی معاشرت پر غیروں کی حکمرانی، ان کی غذاؤں پر غیروں کے فیصلے حد یہ ہے کہ ان کی سانسوں پر بھی دوسروں کے پہرے ہیں، اقتدار تو کجا ان کی اقتصادی و مالی ترقی تک گوارہ نہیں، ان کو ہر زاویہ سے پست کرنے ان کو اپنی شناخت سے محروم کرنے کی سازشیں رچی جا چکی ہیں، ان سازشوں کو قانون کا جامہ پہنا کر روبہ عمل لانے کی کوششیں شروع ہو چکی ہیں اب مسلمان اپنا بہت کچھ کھو دینے کے بعد جاگا ہے تو ہمتوں کو کمک پہچانے والے کم، کردار کشی کرنے والے زیادہ ہو چکے ہیں، ایسے وقت میں بیدار مسلمان اس بات کی تمیز نہیں کر پارہے ہیں کہ اپنا کون ہے اور پرایا کون؟ دوسری طرف کفر کی نخوت نہ پیچھے ہٹنے کو ہے نہ جھکنے کو اس صورتحال میں مسلمانوں کو بظاہر اپنے استحقاق کی ساری کوششیں عبث و بے سود نظر آرہی ہیں، ایسی غیر یقینی صورتحال میں مسلمانوں کے سامنے غزوہ بدر کا ایک پہلو بطور ہمت افزائی کے قرآن مجید سے پیش کیا جارہا ہے۔

بدر کے مقام کے لئے کفار مکہ مکرمہ سے اپنے سردار کی اپیل پر نکلے تو تھے مگر قبیلہ بنو بکر سے مکہ پر حملہ کا خوف کھائے جارہا تھا اور شیطان کفار کی مرعوبیت کو ختم کرنے کے لئے بنو بکر کے سردار سراقہ بن مالک کنانی کی شکل میں آکر کفار کو تسلی دیتا رہا کہ تمھاری جمعیت ہی غالب رہے گی، آج کے دن کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا، جس قبیلہ سے تم کو خطرہ ہے اسی کا سردار تمھارا حامی و ناصر ہے، لہذا بے فکر ہوکر جاؤ اور مقابلہ کرو لیکن عین میدان جنگ میں جب اس نے صحابہ کرامؓ کی حمایت و نصرت میں فرشتوں کو آتے دیکھا تو اپنی تائید و حمایت سے دست بردار ہونے کا اعلان کردیا پھر جاکر کفر کا لشکر پسپا ہوا۔ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں یہ بات لکھی ہے کہ شیطان لعین کی یہ عادت ہے کہ انسان کو برائی میں مبتلا کر کے عین وقت پر الگ ہوجاتا ہے اور اس کی اس عادت کو قرآن مجید میں بار بار ذکر کیا گیا ہے، آج ہم ہندوستان کے مسلمان جس استحقاق کے لئے کوشاں ہیں اور اس لڑائی میں پرامن طریقے سے سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں، ہم بدری صحابہؓ جیسا جذبہ، ایمانی غیرت اور استقامت و ثبات قدمی پیدا کرلیں۔ انشاء اللہ باطل جھک کر رہے گا اور ساری مخالف جمعیتیں پسپا ہوکر رہیں گیں، بس خدا کی ذات سے امید وابستہ رکھنا چاہیے کہ ہم کو ایسی ہی کامیابی ملے جیسے بدر میں بے سروسامانی کے باوجود مسلمانوں کو ملی تھی۔ آخر میں اس ذات سے التجا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں فتح و کامرانی کی کنجی ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ

خلاصۂ دین، ایمان باللہ اور استقامت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہ *

عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ رضي الله عنه قَالَ : قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ ، قُلْ لِي فِي الْإِسْلَامِ قَوْلًا لَا أَسْأَلُ عَنْهُ أَحَدًا بَعْدَكَ وفي رِوايةٍ غَيْرَكَ، قَالَ: "قُلْ آمَنْتُ بِاللّٰهِ، ثُمَّ اسْتَقِمْ" .

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب جامع اوصاف الاسلام، حدیث نمبر 55)

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: مجھے اسلام کے بارے میں ایسی بات فرمایئے کہ میں اس کے بارے میں آپ کے بعد۔ اور ایک روایت میں ۔آپ کے علاوہ کسی سے سوال نہ کروں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہو ''میں اللہ پر ایمان لایا'' اور اس پر ثابت قدم رہو۔

تشریح: مذکورہ روایت کے راوی حضرت ابوعمرو سفیان بن عبداللہ بن ابی ربیعہ بن حارث بن مالک بن حطیط بن جشم ثقفی ہیں۔ آپ طائف کے رہنے والے تھے اور ایک وفد کے ساتھ ماہ رمضان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں آپ کو طائف کا عامل مقرر فرمایا تھا۔

آپ سے پانچ احادیث مروی ہیں، جن میں سے اکثر کا تعلق اسلام کے بنیادی امور سے ہے۔ ان ہی میں ایک روایت یہ بھی ہے۔ جو جوامع الکلم میں شمار کی جاتی ہے۔ جوامع الکلم کا مطلب وہ مختصر مگر جامع الفاظ جو دریا بہ کوزہ کے مصداق ہوں اور اپنے جلو میں معانی کا ایک ذخیرہ رکھتے ہوں۔

* مہتمم دارالعلوم دیوبند

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان حق شناس سے صرف دولفظوں میں پورے دین کا خلاصہ اور لب لباب بیان فرمادیا:

۱)اللہ پر ایمان لاؤ!

۲)پھر اس پر جم جاؤ!

استقامت کے معنی ہیں کسی بھی قسم کی افراط وتفریط اور کجی وانحراف کے بغیر صراط مستقیم پر قائم رہنا اور ہمیشہ اسی کی پیری کرتے رہنا۔ گویا تمام اوامر کی بجا آوری، تمام نواہی سے اجتناب اور جملہ احکام خداوندی کی مکمل ودائمی اتباع کا نام استقامت ہے۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ دین پر جمے رہنا، شریعت کی پابندی کرنا اور سنتوں کی پیروی کرنا لاکھوں کرامتوں سے بڑھ کر ہے۔

کوئی بزرگ ہیں جن سے کرامتوں کا ظہور ہورہا ہے، خارق عادت چیزیں صادر ہورہی ہیں؛ مگر سنتوں کی مکمل پیروی نہیں ہے۔ اور اس کے بالمقابل ایک دوسرا شخص ہے جس کی زندگی میں شریعت کی پابندی اور سنتوں کی پیروی ہے تو اِس شخص کا درجہ بڑھا ہوا ہے اس بزرگ سے جن سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ زندگی کو اسلام کی تعلیم کے مطابق گزارنے کے دوران انسان کا اپنا نفس ایسی ایسی خواہشات کے چنگل میں گھر جاتا ہے اور اس کے قدم لڑکھڑانے کے قریب پہنچ جاتے ہیں۔ شیطان کا بہکاوا اور دنیا کی چمک دمک انسان کو رب کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بنتے ہیں اور وہ اللہ کے حقوق کو کماحقہٗ ادا کرنے سے قاصر رہنے لگتا ہے، یا ادا نہ کرنے کی روش اپنا لیتا ہے۔ عبادات کے نظام میں اسلام نے جس ترتیب اور دوام کا مطالبہ کیا ہے اس میں کچھ ڈھیلا پن اور سستی در آتی ہے۔ معاشرتی زندگی میں خاندان اور معاشرے کے غیر شرعی رسوم ورواج کے سامنے اسے سر تسلیم خم کرنے کو کہا جاتا ہے۔ ایسا نہ کرنے پر معاشرتی بائیکاٹ کی دھمکی دی جاتی ہے، رشتہ داری توڑ دینے کا خوف دلایا جاتا ہے، وقت کے ناروا تقاضوں کو پورا کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، دین پر عمل کرنے کو دقیانوسیت سے تعبیر کیا جاتا ہے، مولویانہ رنگ کو ذرا کم کرنے کی نصیحت کی جاتی ہے۔ وغیرہ

ایسے تمام مواقع پر ایک مسلمان کی استقامت کا امتحان ہوتا ہے۔

مومن کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایمان کے زبانی اقرار پر اکتفاء نہ کرے؛ بل کہ ایمان کے جملہ تقاضوں کو بہ طریق احسن پورا کرنے کی کوشش کرے۔

از: مدیر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہ نستعین

گذشتہ چند سالوں سے ملک کی معاشی وسماجی صورت حال نہایت ابتر ہوتی جارہی ہے، ملک میں بے روزگاری وبے کاری میں اضافہ ہوتا جارہا ہے، رعایا میں بدامنی ومایوسی دن بہ دن بڑھتی جارہی ہے، حکم رانوں اوران کے ہم نواؤں کی ظالمانہ پالیسیاں اور معاندانہ کارروائیاں ملک کی جمہوریت وسالمیت کی بقاء کے لئے لمحۂ فکریہ بن گئی ہیں، پارلیمنٹ اکثریت حاصل کرنے کے بعد سے بھاجپا حکومت نے جس غرور وسرکشی اور آمریت کا مظاہرہ کیا ہے وہ آزاد ہندوستان کی تاریخ کا ایک سیاہ باب بن گیا ہے۔

حکومت نے اپنی ناکامیوں بلکہ لوٹ مار پر پردہ ڈالے رکھنے اور رعایا کو حقائق تک نہ پہونچنے دینے کے لئے ایک طرف میڈیا کو اپنی مضبوط گرفت میں لے رکھا ہے دوسری جانب این پی آر، این آر سی، اور سی اے اے جیسے مسائل کے ذریعہ پوری قوم بالخصوص مسلمانوں کو ذہنی انتشار اور تناؤ میں الجھا دیا ہے۔

حکم راں دُوغلی پالیسی، دوہرے معیار، دروغ گوئی اور بدزبانی کو کمال سمجھ رہے ہیں، گویا وہ ملک کے کروڑوں عوام کے حکم راں نہیں ہیں، اسکول کے بچے ہیں جو آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں، ساری دنیا میں ملک کا امیج خراب ہورہا ہے، عالمی قائدین تشویش کا اظہار کررہے ہیں، اندرونِ ملک ہر طرف بند منائے جارہے ہیں، احتجاج اور دھرنے کئے جارہے ہیں، کاروبار ٹھپ ہوگیا ہے، لیکن حکومت ٹس سے مس نہیں ہورہی ہے۔

ان سطروں کے لکھے جاتے وقت دہلی میں الیکشن کی تیاری زوروں پر ہے، بی جے پی کے پرچارکوں اور انتخابی مقررین کی زبانیں بے لگام ہوگئی ہیں، دلوں میں بھرا زہر اُگلا جارہا ہے، ایسی ایسی باتیں میڈیا کے ذریعہ سامنے آرہی ہیں کہ حیرت ہوتی ہے اور ہنسی بھی آتی ہے کہ یہ سیاست ہے یا عداوت؟ اِس معیار کے لوگ اور اس

ظرف کا گروہ اتنے عظیم مُلک اور اتنی بڑی قوم کی سربراہی کیا کرے گا؟

ہندو مسلم کے پردے میں اعلیٰ ذاتوں کی ادنیٰ ذاتوں پر داداگیری وستم گری کی راہیں ہموار کی جارہی ہیں پولیس بربریت کا یہ عالَم ہے کہ کسی جمہوری ملک کے بجائے پولیس اسٹیٹ کا تصور سامنے آرہا ہے، سارا ملک سراپا احتجاج بنا ہوا ہے مگر بے حسی ایسی ہے کہ اُن کی بات اور شکایات معلوم کرنے کے بجائے اُلٹا انہیں ہی دھمکایا جارہا ہے، ملک کے وزیرِ داخلہ کی تو ایک ایک ادا آمریت وانانیت کی مظہر ہے۔

مختصر یہ کہ ملک کی صورت حال اس وقت نہایت تشویشناک ہے، نہ کوئی مضبوط اپوزیشن ہے نہ کوئی مؤثر آواز آرہی ہے، اگر آبھی رہی ہے تو پوری قوت سے اُسے دبایا جارہا ہے۔اس حال کے آئینے میں مستقبل کے خطرات واضح نظر آرہے ہیں، ڈر ہے کہ اگر یہی سوچ حکم رانوں کی رہی اور مُلک اسی راستے پر چلتا رہا کوئی روکنے والا نہ ہوا تو بہت جلد ملک میں اقلیتوں کے لئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کی صورت حال بن جائے گی؛ پھر خود مسلمانوں کے لئے دین وایمان اور دعوت وتبلیغ کے سینکڑوں مسائل کھڑے ہوجائیں گے،آج نہیں تو کل ان حالات کے پیش آنے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

ایسے حالات میں اگرچہ مسلمانوں میں کچھ شعور بیدار ہوا ہے،اور سیاسی بے حسی میں کمی آئی ہے، تاہم اس حوالے سے چند باتیں اور قابلِ نظر ہیں:

۱ ؁ مسلمان سیاسی طور پر کچھ حرکت میں ضرور آئے ہیں؛ لیکن سماجی ،معاشرتی اور دینی صورتِ حال میں ابھی جمود وتعطل ہی چل رہا ہے، بود وباش اور چال ڈھال میں اسلام اور اسلامی تعلیمات سے بے پروائی میں کمی نہیں آرہی ہے، حالاں کہ اس قسم کے حالات جن سے ہم گذر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تازیانۂ عبرت وموعظت ہوتے ہیں، بندوں کو سمجھنے اور سنبھلنے کا موقع دیا جارہا ہوتا ہے ؎

انقلاباتِ جہاں واعظِ رب ہیں دیکھو
ہر تغیر سے صدا آتی ہے فافهم! فافهم!

۲ ؁ جو سیاسی تدبیریں کی جارہی ہیں وہ کیف ما اتفق ہیں، انہیں ایک رنگ اور ایک جہت نہیں بنایا جارہا ہے، اس کی وجہ قیادت کا فقدان یا قیادتوں کے درمیان فکری وعملی افتراق ہے۔ یہ صحیح ہے کہ ہر جماعت وجمعیت کے اپنے نظریات اور کام کرنے کا طریقہ ہوتا ہے لیکن مُلکی وملّی مصالح میں تو سب کو ایک آواز اور ایک انداز ہونا چاہیئے تھا، اس وقت عوام اور نوجوان علماء بہت ہی پُر اُمید تھے کہ قیادتیں جماعتی سطح سے اُوپر ہو کر ملّی سطح پر جمع ہوجائیں گی مگر صورتِ حال بہت مایوس کُن رہی اور ہے۔

۳۔ اس کا نتیجہ اور بھی مُضر سامنے آرہا ہے کہ عوام تو عوام نوجوان علماء اور نوخیز قائدینِ ملت اپنے بڑوں کے سلسلے میں طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا ہیں اور اِن بدگمانیوں کا اظہار بدزبانیوں کی صورت میں کیا جارہا ہے اِن حالات میں بھی ایک دوسروں کے بڑوں کی بے آبروئی وتنقیص میں لگے ہوئے ہیں، جن کا اندازہ سوشیل میڈیا پر جاری تبصروں سے کیا جاسکتا ہے، فالی اللہ المشتکیٰ۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس امت کے لئے دارین کی فلاح وصلاح کی راہیں ہموار فرمائے۔ اور ظالموں کے ظلم سے محفوظ فرمائے۔ آمین والسلام علی النبی الکریم

(بقیہ صفحہ ۱۷ سے)

خرد کا نام جنوں پڑگیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جس کا تاریخی روایات میں کوئی ایک پہلو متعین نہیں، بالفرض اگر ہے تو لائحہ عمل بنانا کوئی دانشمندی نہیں، کیونکہ اس کا اصل مقصد رومانوی قسم کی محبت ودوستی کا اظہار، لڑکے لڑکیوں کا آزادانہ ملاپ، بے ہودہ تحائف وکارڈز کا تبادلہ، زناکاری اور بدکاری کی پیاس بڑھانا ہے،

ضرورت ہے کہ مسلم امہ خود کو ہر فتنہ سے دور رکھے، خصوصاً محبت ودوستی کے نام پر عورت کے فتنہ میں مبتلا ہونے سے بچا جائے، رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بتائی گئ اس ہدایت پہ بار بار غور کرتے رہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک دنیا اور شاداب (سرسبز) ہے (اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو تو) دنیا (کے دھوکہ) سے بچو اور عورتوں (کے فتنہ میں مبتلا ہونے) سے بچو کیوں کہ بنی اسرائیل کی پہلی آزمائش عورتوں کے بارے میں تھی۔ (صحیح مسلم کتاب الرقاق)

ضرورت ہے ایسے تعلق سے دور ہونے کی جو معصیت اور سبب معصیت کی راہ بتلانے والی ہو، جدید ذرائع ابلاغ کا درست استعمال ہو، بے جا اور بے وجہ ہر کس وناکس سے وابستگی نہ ہو۔

خدا اپنی نصرت خاصہ ورحمتِ تامہ نصیب فرمائے۔ آمین

گوشۂ سیرت

نا اہلوں کو سردار بنایا جائے تو سمجھو قیامت آ گئی

از: مولانا الیاس محی الدین ندوی بھٹکلی*

معمول کے مطابق دربارِ نبوت میں صحابہ کرام کی ایک جماعت موجود تھی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حسب معمول رشد و ہدایت کے فیضان میں مشغول تھے، اچانک دورانِ گفتگو مجلس میں ایک اعرابی یعنی بدّو داخل ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو کاٹتے ہوئے آپ سے یوں مخاطب ہوا:۔

یہ بتائیے:۔ قیامت کب آئے گی؟

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی طرف متوجہ نہیں ہوئے بلکہ اپنی گفتگو جاری رکھی۔

بعض حاضرین مجلس آپس میں یوں کہنے لگے:۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غالباً اس بدّو کا سوال نہیں سنا۔

دیگر حاضرین:۔ سنا تو ہے لیکن اس کا سوال آپ کو پسند نہیں آیا، اس لیے آپ نے جواب نہیں دیا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔ کہاں ہے وہ قیامت سے متعلق سوال کرنے والا؟

بدّو:۔ میں یہیں ہوں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔ سنو! جب امانت یعنی ایمان داری دنیا سے ختم ہو جائے گی تو قیامت آئے گی۔

بدّو:۔ امانت کیسے ختم ہو گی؟

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:۔ جب نا اہلوں کو سردار بنایا جائے تو سمجھو! قیامت آ گئی، پھر تم قیامت کا انتظار کرو۔

(صحیح مسلم کتاب العلم:۵۹) (ماخوذ از: مجالس نبوی)

---

* استاذ تفسیر و حدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

ام ذر غفاریہ رضی اللہ عنہا:

نام: ام ذر غفاریہؓ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ ہیں، وہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابتداءِ بعثت میں ہی حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں تھیں۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے یہ اُن پانچ چھ لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے ابتداءاً اسلام قبول کیا تھا۔

شاعرہ اور ان کے قبول اسلام کا واقعہ

حضرت ام ذر رضی اللہ عنہا عرب کی عظیم شاعرہ تھیں، ان کے قبول اسلام کے سلسلے میں ایک واقعہ مشہور ہے، جس میں ان کے اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے درمیان قبول اسلام سے پہلے کی شاعری کے سلسلے میں گفتگو اور زمانہ جاہلیت کے معبودوں کا تذکرہ اشعار کی شکل میں ملتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فرحت بخش کلام سننے کا ارادہ فرماتے تو حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرماتے کہ اے ابوذر! ہمیں اپنے اسلام کا واقعہ سناؤ تو وہ بتاتے کہ ہمارا ایک بت تھا، جس کا نام ''نُہم'' تھا، ایک دن میں اس کے پاس آیا اور اس کو دودھ نذر کیا اور واپس ہولیا، اچانک میری نظر پیچھے کی جانب پڑی کہ ایک کتا دودھ پی رہا تھا، جب وہ دودھ پی لیا تو ٹانگ اٹھا کر بت پر پیشاب کر دیا، یہ دیکھ کر میں نے یہ شعر پڑھا:

ألا یا نُهم إنی قد بدأ لی مدی شرف یبعد منک قربا

رأیت الکلب سامک خط خسف فلم یمنع قفاک الیوم کلبا

سن اے نُہم! آج مجھ کو یہ پتہ چلا کہ تیری بزرگی نے تجھ سے قرابت دار دور کر دیئے ہیں، میں نے ایک کتے کو دیکھا جس نے تجھ پر ذلت کی ایک لکیر کھینچی، مگر تیری گردن آج کتے کو بھی ہٹا نہ سکی۔

جب ام ذرؓ نے مجھے یہ کہتے سنا تو انہوں نے کہا:

* رفیق تصنیف دار الدعوۃ والارشاد، حیدر آباد، و استاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

لقد أتی جرما، و أتیت عظما، حین ھجوت نُھما

تم نے بڑا جرم کیا اور عظمت سے پیچھے لوٹ آئے جب تم نے نہم کو چھوڑا۔

تو میں نے انہیں پورا واقعہ بتایا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

وإلا فابغنا ربا کریما جوادا فی الفضائل یا بن وھب

فما من سامه کلب حقیر فم یمنع یداہ لنا برب

فما عبد الحجارۃ غیر غاو ریک العقل سار بغیر لُبّ

سنو اے ابن وہب! ہمارے لئے معزز رب تلاش کرو جو فضائل میں بہترین ہو، جسے حقیر سے کتے نے نشان لگایا ہوا وہ اس کو نہ روک سکا ہو تو وہ ہمارا رب نہیں، گمراہ لوگوں کے علاوہ کوئی پتھروں کی عبادت نہیں کرتا جس کی عقل خراب ہو جو عقل مند نہ ہو۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ’’صدقت أم ذر، فما عبد الحجارۃ غیر غاو‘‘۔(ام ذرؓ نے صحیح کہا، کہ گمراہ لوگ ہی پتھروں کی عبادت کرتے ہیں‘‘۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، ۸/۳۸۸، ابن حجر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت اُمِّ ذر اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات:

حضرت ام ذر رضی اللہ عنہا نے مکہ سے مدینہ کی جانب اپنے شوہر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کی، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے دور نبوت میں تمام غزوات میں شرکت کی، حضرت ام ذر رضی اللہ عنہا کے شوہر قناعت پسند تھے، ذخیرہ اندوزی کو ناپسند فرماتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیوی جمع اندوزی کے سلسلے میں ان کے سخت رویہ کو دیکھا تو اپنے زمانہ خلافت میں شہر سے دور رہنے کا حکم دیا تو وہ مدینہ اور ملک شام کے درمیان رہنے لگے، حضرت اُمِ ذرؓ بھی مدینہ سے دور اپنے شوہر محترم کے ساتھ ’’ربذۃ‘‘ نامی جگہ پر رہنے لگیں۔ (دیکھئے: صحابیات حول الرسول ﷺ: ۴۴، عبد الصبور شاہین، اصلاح عبد السلام الرفاعی، نہضۃ مصر للنشر والتوزیع)

حضرت ابوذرؓ کی وفات کا واقعہ علامہ ابن حجرؒ نے حضرت ام ذر رضی اللہ عنہا کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں رونے لگی، انہوں نے کہا کہ کیوں روتی ہو؟ میں نے کہا: تمہاری تکفین ضروری ہے، اور میرے پاس اتنا لباس بھی نہیں جو تمہارے کفن کو پورا کرسکے، یہ سن کر ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا، آپ نے ایک جماعت

کو خطاب فرمایا جس میں میں بھی تھا کہ تم میں سے ایک شخص ویرانے میں جا کر انتقال کرے گا اس کا جنازہ مومنوں کی ایک جماعت پڑھے گی، اب ان تمام لوگوں میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جو بستی میں نہ مرا ہو، صرف ایک میں ہی ہوں جو ویرانے میں ہوں، واللہ نہ میں جھوٹا ہوں اور نہ جھوٹا کیا جاؤں گا، راستے پر منتظر رہو! تو میں نے کہا: اب کون آئے گا، حجاج کے قافلے بھی بند ہو گئے ہیں۔

اسی حالت میں اُم ذرؓ کبھی راستے کی دھول کی طرف دیکھتیں، کبھی ابو ذرؓ کی تیمارداری میں مشغول رہتیں، اتنے میں ایک قافلہ نہایت تیزی سے اس طرف آتا دیکھا، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں، تو ام ذرؓ اُنہیں دیکھ کر کپڑا اہلانے لگیں، تو وہ لوگ ان کے پاس آ کر رک گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا ایک مسلمان کی موت قریب ہے، اسے کفن دینا ہے، انہوں نے پوچھا: وہ کون ہے؟ ام ذر رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ ہیں، تو وہ لوگ اس طرف چل پڑے اور وہاں پہنچے جہاں حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ جاں کنی کی حالت میں تھے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم سب کو بشارت ہو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے، پھر انہوں نے حدیث سنائی اور فرمایا: کہ اگر میرے پاس کوئی کپڑا ہوتا جو کفن کو کافی ہوتا تو میں اسی میں کفن دیا جاتا، مگر صرف ایک کپڑا ہے جو میرے یا میری بیوی کے لئے ہے، میں تمہیں ثواب کی نیت سے کہتا ہوں کہ تم میں جو کوئی امیر ہو یا نقیب وہ مجھے کفن دے دے۔

ان میں ایک انصاری نوجوان نے کہا: چچا جان! میں آپ کو کفن دوں گا، میں ایسا تو نہیں جیسا آپ نے فرمایا، میری ایک چادر اور دو کپڑے ہیں اور کچھ سامان ہے جو میری ماں نے میرے لئے خود بنایا تھا، آپ نے فرمایا: ہاں! تو مجھے کفن دینا، قافلے کے اسی انصاری نوجوان نے انہیں کفن دیا۔

وفات:

اُم ذرؓ اپنے شوہر کی وفات تک مقام ''ربذہ'' میں رہیں، پھر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہیں مدینہ منورہ لے کر آئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سن ۳۲ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

(دیکھئے: صحابیات حول الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: صلاح عبدالسلام الرفاعی)

اصلاحی مضامین

محبت ودوستی اسلام کی نظر میں

مولانا محمد معراج حسامی*

اسلام اللہ رب العزت کا نازل کردہ وپاکیزہ مذہب ہے جس میں انسان کو انسانیت نوازی کی تعلیم دی گئی ہے، معروف حقوق کی ترغیب اور منکر حدود کی ترھیب کی گئی ہے سیاسی، سماجی، معاشرتی طور پر مساوات اور یگانگت کا درس دیا گیا ہے، آپس کے تعلقات ودوستانہ وابستگی کا ایک میزان تیار کیا گیا ہے، یقیناً ایک ایسے تعلق و دوستی اور محبت کو روا رکھا گیا جس کے نبھاؤ میں برابری سرابری ہو، خوشی وغمی میں یکسانیت کا سلوک آئینے کی طرح صاف وشفاف ہو، صلہ رحمی، ہمدردی کا عنصر غالب ہو، قول وعمل میں یک رنگی ہو، دورنگی نہ ہو، گنج گراں ہو، سنگ گراں نہ ہو، محبت ؛ آداب محبت اور محبت کی راہ بتلانے والی ہو، حیا وشرم کے زیور سے آراستہ ہو، ذہن کے دریچوں میں فحاشی وبے حیائی کا فتور نہ ہو، بے پردگی، بدنظری کے چوردروازے کھلے ہوئے نہ ہوں، اظہار محبت کا کوئی آن ہو مگر ضمیر وتخیلات میں بے ہودگی، اور نفس کی پراگندگی، مفاد پرستی، خودغرضی ہرگز جوان نہ ہو، رب دوجہاں کی رضا کی طلب ہو، سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کا شغف ہو۔

اس کے لئے مسلمان کا شیوہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ وہ ایسی محبت کے مرض میں مبتلا ہو جو خدا ورسول کی ناراضگی کا سبب ہو، زندگی میں فساد بپا کرنے والی ہو، نفسانی خواہشات اور ناپاک جذبات کے دام فریب میں قید کردینے والی ہو، نیک ارادوں پر معصیات کا قدغن لگادینے والی ہو، غرضیکہ محبت ودوستی کے وہ ناجائز رشتے جو انسان کو ایسے دوراہے پر لا کھڑا کردیں جو باعث رحمت نہ ہو بلکہ سبب لعنت ہو، جس پر زمانہ واہ واہ کے بجائے آہ آہ کرے اور دعایوں بدل جائے (شعر میں جزوی ترمیم کے ساتھ)۔

مریض عشق پہ لعنت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

محبت کا اصل معیار:-

پروردگار عالم نے اپنے کلام پاک میں نہایت جامع انداز سے اہل ایمان کے اصل معیار محبت کا تذکرہ کیا

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

ہے" والذین آمنو اشد حبا للہ " ایمان والوں کو سب سے زیادہ اللہ سے ہوتی ہے۔(البقرہ:۱۶۵)

مومنین کے اپنے سچے تعلقات اور درست نبھاؤ کا توازن برقرار رہے اس کے لئے ایک دوسرے کا دوست بتاتے ہوئے فرض منصبی سے روشناس کیا گیا" مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں" (التوبہ:۷۱)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس تعلق کو تکمیل ایمان کا سبب قرار دیا جس کی ادائیگی میں للّٰہیت، خلوص و محبت کا جذبہ کار فرما ہو۔

" حضرت ابوامامہ باھلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے لئے محبت کرے اور اللہ کے لئے بغض رکھے اور اللہ کے لئے (مال) دے اور اللہ تعالی کے لئے (مال) روکے رکھے تو اس کا ایمان مکمل ہو گیا" (ابوداؤد:۴۶۸۱)

ایک اور موقع پر للہ فی اللہ والی محبت و دوستی، نفرت و دشمنی کو وثق ایمان بتلایا گیا ہے۔

" حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنھما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایمان کی بلندی یہ ہے کہ اللہ کے لئے دوستی ہو اللہ کے لئے دشمنی ہو، اللہ کے لئے محبت ہو اور اللہ کے لئے بغض ہو"

(طبرانی السلسلۃ الصحیحۃ ۱۷۲۸)

ناروا تعلق ایک فتنہ

خود غرضی، مفاد پرستی، ہوس بلکہ ذہنی برہنگی کے اس دور میں ہر انسان غور کرسکتا ہے کہ اپنوں اور پرایوں میں تعلقات کا معیار کس زاویہ سے ہے، شاید ہی ایسی مثالیں کہیں کہیں پائی جاتی ہوں جن میں خدا ورسول کی تعلیمات کی جھلکیاں ہوں۔

ورنہ دنیا میں کونسی ایسی برائی ہے جو معاشرہ میں جنم نہ لی ہو، ہر سمت گناہوں کا بازار گرم ہے، سڑکوں کلبوں اور بے حیائی کے مقامات پر انسانیت اپنی بدقسمتی کا رونا رو رہی ہے، آپس کی ناجائز محبت اور دوستی نے شرم وحیا کا جنازہ نکال دیا ہے، خصوصیت کے ساتھ 14 فروری کو ویلنٹائن ڈے کا عنوان دے کر اپنی بے شرمی کا نیا باب کھول دیا گیا اسی لیبل سے مرد وزن نے عفت مآبی پر بدکرداری کی لابی کر لی یوں کہا جائے تو بجا ہو گا کہ دور حاضر کا ایک مہلک فتنہ ہے جو یوم تجدید محبت، یوم حیا جیسے دلکش ناموں کے پس پردہ فحش کاموں کو رواج دیتا ہے، حسرت موہانی کا یہ شعر بجا طور پر اظہارِ حال کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

اصلاحی مضامین

دعوت دین-ایک اہم فریضہ

از: مولانا محمد مونس قاسمی

اللہ تعالیٰ نے اس امت کو امت دعوت بنا کر بھیجا اور اس کا خاص وصف یہ قرار دیا کہ وہ انسانیت کو سیدھے راستہ کی طرف بلائے، چنانچہ ارشاد ہوا: "كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ" تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہو، تم بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہو۔ نیز فرمایا: "وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا" اور اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی و معیاری امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ (اور ان پر نظر رکھنے والے) ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ ہوں۔

چنانچہ یہ ایک معتدل اور معیاری اور لوگوں کی گواہ اور ان پر نظر رکھنے والی امت ہے، دیگر انسانی گروہوں پر نظر رکھنے اور ان کی غلط کاریوں کی نشاندہی کرنے والی امت ہے۔ جب اس کو یہ منصب دیا گیا ہے تو اس کا فرض بنتا ہے کہ اس منصب کا حق ادا کرے۔

اسی احساسِ ذمہ داری کے ساتھ دعوت اسلامی کے تناظر میں اگر ہم ہندوستان کا جائزہ لیں تو یہاں دعوت کے امکانات دوسرے خطوں کے مقابلہ میں زیادہ ہیں۔ اس کی چند وجوہ ہیں:

الف: ہندوستان کی مٹی میں حد درجہ جذبۂ احسان مندی پایا جاتا ہے۔ خصوصاً ہمارے برادرانِ وطن ہندو قوم کے اندر یہ جذبۂ احسان مندی اس درجہ موجود ہے کہ یہ قوم اپنے محسن اور بہی خواہ کے سامنے ماتھا ٹھیک کر جذبۂ منت شناسی کے غلو میں اس کی پوجا کرنے لگتی ہے۔

ب: اسی ملک کی مٹی میں مذہب سے والہانہ تعلق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اور مذہب پر قربان ہونے کا جذبہ حد درجہ اس ملک کے لوگوں میں پایا جاتا ہے۔ انسان مذہب کے تئیں خدا کی خوشنودی کے لیے قربانی دیتا ہے۔ اگر اس قوم کے لوگوں کو یہ باور کرایا جائے کہ شرک اور بت پرستی کا یہ راستہ جس کے لیے آپ قربانی دے رہے ہیں، غلط بلکہ اللہ تعالیٰ کو انتہا درجہ ناراض کرنے والا ہے، اللہ کو راضی کرنے کی راہ صرف اسلام ہے، تو یہ قوم

اسلام کے لیے کہیں زیادہ قربانی دینے کو تیار ہو جاتی ہے۔

ج: اس ملک کے خمیر میں روحانیت رچی بسی ہے اور اسلام کی حقانیت اور روحانیت کا تعارف اس قوم کے لیے بڑا پرکشش ہوتا ہے۔

د: ایک بڑا اہم پہلو یہ ہے کہ برادرانِ وطن ہندو قوم میں اکثر افراد محض رسمی ہندو ہیں اور شعوری ہندو اس ملک میں برائے نام ہیں۔ چنانچہ جناب مولانا کلیم صدیقی صاحب (مشہور داعی و مبلغ) بیان فرماتے ہیں کہ ”راقم سطور سے ہندوستان میں ہندو قوم کی مرکزی مذہبی کتابوں، ویدوں پر سند سمجھے جانے والی شخصیت جناب پنڈت راجندر پرشاد شرما نے بڑی ذمہ داری سے یہ بیان کیا کہ ہمارے ملک میں دسیوں ہزار میں سے کوئی ایک آدھ ہندو اپنی مرکزی مذہبی کتاب ویدوں کے درشن کر پاتا ہے اور لاکھوں میں ایک، دو ویدوں کا پاٹھ کر پاتے ہیں اور اخیر میں بڑے اعتماد کے ساتھ یہ بات بتائی کہ پورے ملک میں جہاں ایک ارب کی آبادی ہے ایک سو سے زیادہ ویدوں کو سمجھنے والے لوگ نہیں ہیں، گویا ایک کروڑ میں ایک ویدوں کو سمجھنے والا ہے۔ انھوں نے یہ بھی کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ شعوری طور پر کوئی ہندو رہ بھی نہیں سکتا۔ (اور کیوں نہ ہو جبکہ یجر وید جیسی قدیم کتاب میں اس طرح کے منتر موجود ہیں کہ ”خدا کی مورت و شکل نہیں ہے۔“ یجر وید ۳۔ ۳۲، بحوالہ ہندوازم) اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس قوم کا اپنے مذہب سے تعلق بہت رسمی ہے، اس لیے اس قوم میں دعوت کا کام بہت آسان ہے۔“ (افکار، اگست ۲۰۰۷)

دعوتی عمل کا کوئی متعین طریقہ نہیں۔ یہ داعی کی اپنی صواب دید پر ہوتا ہے کہ حکمت و موعظت حسنہ کے ساتھ کس مزاج و ماحول میں کیا طریقہ کار مفید ہوگا۔ تاہم بطور نمونہ چند امور پیش ہیں:

داعی کے لیے پہلا قدم مدعو سے تعارف اور دوستی ہے۔ تعارف حاصل کرنا آسان بھی ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں جن برادرانِ وطن سے ملنا جلنا ہوتا ہے ان میں سے دو تین افراد کا انتخاب کر لیا جائے، مثلاً پڑوس یا محلہ میں یا سفر کے دوران یا کسی تقریب اور پروگرام میں ملاقات ہوتی ہو وغیرہ۔

ابتدائی تعارف میں داعی اور مدعو کے درمیان نام و رہائش، تعلیم، پیشہ، گھر اور خاندان سے متعلق موٹی موٹی تفصیلات پر مشتمل معلومات کا تبادلہ خیال آپس میں ہو سکتا ہے۔ داعی ملاقاتوں و روابط کے اس سلسلہ کو جاری رکھے۔ ابتداء میں اگر اسلام پر راست گفتگو نہ ہو سکے تو کوئی حرج نہیں ہے ایسی ملاقاتیں اور روابط بے کار ثابت نہ ہوں گے۔ دراصل مسلمانوں اور برادران وطن کے درمیان جو دوری اور خلیج پائی جاتی ہے اسے دور کرنے کے لیے اس طرح کے روابط ضروری ہیں۔

اس دوران دعوتی گفتگو یا مطالعہ کے لیے مختصر کتابچے وغیرہ دیے جاسکتے ہیں۔ گفتگو زیادہ تر اصولی باتوں پر مرکوز ہونی چاہیے۔ قرآن نے مدعوئین سے گفتگو کے سلسلہ میں ایک اہم رہنمائی کلمہ مشترک کی تلاش اور اس پر گفتگو کرنے کے بارے میں دی ہے۔ مثلاً مدعو خدا کو مانتا ہے۔ داعی اس نکتہ پر گفتگو کر کے اسلام کے تصور توحید، ایمان باللہ اور اس کے عملی تقاضوں کو حکمت کے ساتھ پیش کرے۔

دعوت پہنچانے کے بعد نتیجہ دیکھنے کے لیے داعی کو جلد بازی نہیں کرنی چاہیے۔ روابط کا سلسلہ برقرار اور اسلام پر گفتگو جاری رکھے۔ پیش کش اور برتاؤ میں نرمی اور محبت کا غلبہ ہونا چاہیے۔

مدعو جب اسلام کا کچھ مطالعہ کرلے تو عملی تعلیم و تجربہ کے طور پر دو چار دفعہ اپنے ساتھ مسجد لے کر جائیں، تاکہ عبادات کی عملی شکل و کیفیت اس کے سامنے آئے۔ علاوہ ازیں دعوتی پروگراموں مثلاً درس قرآن اور خطابات عام وغیرہ میں برادرانِ وطن کو بھی شریک کرایا جاسکتا ہے۔ ابتدائی دعوتی کتب کے مطالعہ کے بعد قرآن مجید کا ۳۰واں پارہ مترجم دینا مناسب ہوگا۔ مدعوئین کسی دوسرے شہر میں رہتے ہوں تو ڈاک سے کتابچے وغیرہ روانہ کیے جاسکتے ہیں۔ خط و کتابت سے بھی دعوتی ربط پیدا کیا جاسکتا ہے۔

دعوت کے اجتماعی طریقے:

انفرادی دعوت کے علاوہ اجتماعی طور پر چند مسلمان بھائی مل جل کر بھی دعوت کا کام کرسکتے ہیں۔ ذیل میں بعض اجتماعی دعوتی پروگراموں کو درج کیا گیا ہے جو دعوت پہنچانے کے لیے موثر ثابت ہوسکتے ہیں۔

- ایک چھوٹا سا وفد بنا کر بنیادی دعوتی کتب وغیرہ کے ساتھ اپنے علاقہ کی منتخب غیر مسلم شخصیتوں سے ملاقاتیں کی جاسکتی ہیں۔ ماہ ڈیڑھ ماہ بعد دوسری بار ان شخصیتوں سے ملنا چاہیے اور کتابوں پر ان کے تاثرات، سوالات اور الجھنوں کو معلوم کرنا چاہیے اور جواب دینے کی کوشش کرنی چاہیے۔
- مظلوم اور پسماندہ طبقات پر آئے دن ظلم و ستم کے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کا وفد ان تک پہنچ کر اظہارِ ہمدردی کرے ان کے حالات کو بہتر بنانے کی کوشش اور تعاون کرنے کی سعی کرے۔
- کسی آبادی یا بڑے شہر کے ایک ایریا میں مسلمان مل جل کر برادرانِ وطن کے لیے عید ملن کا پروگرام منعقد کریں، مختصراً قرآن مجید، رمضان، روزہ اور عید پر اظہار خیال کے بعد شرکاء کی ضیافت کریں اور تعارفی کتابچے وغیرہ انھیں دیں۔
- برادرانِ وطن کے کسی منتخب علاقہ (بالخصوص دلت طبقہ) میں اسلامی کتابوں اور رسالوں پر مشتمل لائبریری کا نظم کیا جانا چاہیے۔

● کسی مقام پر منتخب برادرانِ وطن کے لیے اجتماعی محفل منعقد کی جاسکتی ہے۔ ۵ تا دس ۱۰ افراد کے اس پروگرام میں قرآن اور پیغمبر اسلام کا تعارف اور اسلام کی دعوت مختصراً پیش کی جاسکتی ہے۔ سوالات کے جوابات دیے جائیں۔ شرکاء کو دعوتی لٹریچر بھی دیا جاسکتا ہے۔

مذکورہ پروگراموں کو ایک مرتبہ کر کے چھوڑ نہیں دینا چاہیے بلکہ یہ سلسلہ مستقل طور پر چلتا رہے۔ داعی کو جزئیات اور طویل گفتگو سے بچتے ہوئے اصولی باتوں تک اپنی گفتگو کو مرکوز رکھنا چاہیے۔

داعی اپنے مدعو کی ذاتی زندگی، اس کے مسائل اور پریشانیوں میں دل چسپی لے کر مشورہ دے۔ تعاون کرے اور ہمدردی و غم گساری کا رویہ اختیار کرے تو اس کے بہت گہرے اثرات پڑتے ہیں۔

داعی کی تیاری:

دعوتی کام کے لیے سب سے پہلے خود اپنی علمی، فکری اور عملی تیاری ناگزیر ہے۔ داعی اپنے مدعو کے سامنے بہتر سے بہتر عملی کردار پیش کرے۔ علمی تیاری کے لیے قرآن و تفسیر میں غور و تدبر کے ساتھ منتخب احادیث، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیرت صحابہؓ کا مطالعہ کرے اور سیرت کے بعض اہم واقعات کو نوٹ کرے، مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحم دلی، انسانوں سے محبت، سادہ زندگی، عفو و درگذر (فتح مکہ کے موقع پر دشمنوں کو معاف کر دینا) ان واقعات سے برادرانِ وطن بے حد متاثر ہوتے ہیں۔

چند امور سے اجتناب:

دعوت اور داعی کے وقار کو نقصان پہنچانے والا رویہ اختیار نہ کرے۔

مناظرانہ انداز اور بحث و تکرار سے ہر حال میں گریز کرے۔

غیر حکیمانہ انداز اور مدعو پر کسی بات کو مسلط کرنے کا انداز نہیں ہونا چاہیے۔ مدعو کے اندر ہٹ دھرمی، ضد اور نفرت نہ پیدا ہونے دے۔

جلد بازی اور فوری نتیجہ پانے کے لیے مدعو پر اصرار نہ کرے۔ گفتگو اصولی باتوں پر پہلے کرنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح اختلافی باتوں کو بنیاد بنا کر دعوت پیش نہیں کرنا چاہیے۔ قرآن مجید کی روشنی میں کلمہ سواء یعنی مشترک بنیادیں مثلاً ایک اللہ کا تصور وغیرہ پر گفتگو کرنا چاہیے۔ وجود الٰہ سے آگے بڑھ کر عملی تقاضے اور اس کے زندگی پر اثرات و نتائج سمجھانا چاہیے۔

آج زمینی صورت حال یہ ہے کہ اس اہم شعبہ کی طرف بہت کم توجہ ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل

دین واصحابِ علم حضرات اس عظیم الشان امر دین کو اپنی توجہات کا مرکز بنائیں اور اس کو معمولی یا نا قابل عمل کام نہ سمجھیں۔ اس سلسلہ میں اَکابر و اسلاف رحمہم اللہ کا موقف ورائے کیا ہے؟ ذیل میں پیش خدمت ہے تا کہ مزید فکر وعمل کو مہمیز ملے۔ اور اس کارِ عظیم کی نزاکت واہمیت معلوم ہو سکے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ:

حضرت تھانوی علیہ الرحمہ دعوت دین کو بالخصوص غیر مسلموں کے لیے خاص کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”جب اسلام ہی دین کامل ہے تو جن لوگوں کے پاس یہ نعمت نہیں ہے ان کے پاس بھی اس کو پہنچانا چاہیے کیونکہ اوّل تو یہ بات مروت و ہمدردی کے خلاف ہے کہ ایک نافع چیز سے خود ہی نفع اٹھایا جائے اور دوسروں کو محروم رکھا جائے۔ دوسرے ہم کو شرعاً بھی اس کا حکم ہے کہ جن لوگوں کو اسلام کی خوبیاں معلوم نہیں ہیں ان کے سامنے اس کے محاسن بیان کریں“۔

ہماری یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ تو اس کام کو معمولی کام سمجھتے ہیں اور جو لوگ اس کی ضرورت ومرتبہ کو سمجھتے ہیں وہ بھی ایسی جگہ جا کر تبلیغ کرتے ہیں جہاں ان کی خاطر و مدارات ہوتی ہے، کفار میں جا کر کوئی تبلیغ نہیں کرتا کیونکہ خاطر و مدارات کہاں؛ بلکہ بعض دفعہ تو برا بھلا سننا پڑتا ہے۔ اس وجہ سے لوگ کفار کو تبلیغ کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ (الاتمام لنعمۃ الاسلام، ص: ۲۸۷)

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ:

دارالعلوم دیوبند کے سابق مہتمم حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ دعوت دین کے مفہوم کے تعلق سے پائی جانے والی عمومی غلط فہمی کو دور کرنے کی خاطر اپنی کتاب دعوت دین کے قرآنی اصول کے ایک مخصوص عنوان ”ایک غلط فہمی کا ازالہ“ کے تحت لکھتے ہیں: ”تبلیغ اسلام کے معنی مسلمانوں کو عباداتی رنگ کے کچھ احکام پہنچا دینے اور انہیں وابستہ کر لینے کے نہیں ہیں کہ جس کے بعد یہ سمجھ لیا جائے کہ فریضہ تبلیغ ادا ہو گیا یا ارباب تبلیغ فرائض دعوت سے سبکدوش ہو گئے مجھے اس انداز کی کسی دعوت خاص کی ضرورت وافادیت سے اگرچہ انکار نہیں لیکن اسے فریضہ تبلیغ سے سبکدوشی سمجھ لیا جانا قرآن کے اصول تبلیغ کی روشنی میں یقیناً صحیح قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ جزوی تبلیغ، تذکیر واصلاح کے عنوانات سے یاد کی جا سکتی ہے مگر عرف شریعت کے لحاظ سے اسے تبلیغ نہیں کہا جا سکتا“

اپنی اسی تصنیف میں ایک مقام پر فرماتے ہیں: ”اس لیے مجھ ناچیز کی رائے یہ ہے کہ اگر سب نہیں تو کم از کم

اربابِ علم وبصیرت کی ایک جماعت سارے موہوم منصوبوں کو چھوڑ کر دعوت الی اللہ کے لیے کمر بستہ ہوجائے اوراپنوں سے گزرکر دوسری اقوام کے ساتھ انتہائی خیر خواہی سے انہیں دین حق کی طرف مائل کرنے پر لگ جائے اوراس کی زندگی کا واحد نصب العین غیروں کے سامنے اسلام پیش کرنا اورانہیں دعوت حق دینا ٹھہر جائے۔"

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ (جو تبلیغ کے حوالہ سے محتاج تعارف نہیں) مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں میں بھی ین کی تبلیغ کی آرزو اور تڑپ رکھتے تھے۔ چنانچہ شیخ الحدیثؒ کے خلیفہ مولانا یوسف متالا (مہتمم دارالعلوم۔برطانیہ) ایک مضمون میں عام انسانوں میں دعوت دین کے لیے شیخ الحدیثؒ کی بے چینی کے تعلق سے رقم طراز ہیں: " غالباً ۱۹۷۹ کی مدینہ طیبہ حاضری کے دوران ایک روز احقر حضرت کی قیام گاہ کے برابر خدام والے حجرے میں تھا کہ حضرت کے خادم محمد اعجاز چمپارنی آئے اور فرمایا حضرت یاد فرمارہے ہیں تو حضرت نے زاروقطار روتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ سن یہ کیا کہہ رہا ہے۔ بھائی اعجاز صاحب نے کہا کہ میں نے حضرت سے پوچھا کہ وہ عوام الناس جنھوں نے اسلام کا نام بھی نہیں سنا ہے اور جنھیں اسلام کی کوئی تبلیغ نہیں کی گئی کیاانہیں عذاب ہوگا۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا اس پر ضرور کام ہونا چاہیے اوراس موضوع پر اسلام کے محاسن پر کتابیں ہونی چاہئیں۔ (بحوالہ اقراء ڈائجسٹ، کراچی، نومبر ۱۹۷۶)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ:

دعوت کی ترجیح کے حوالہ سے مولانا فرماتے ہیں: "انبیاء کرام علیہم السلام کے طرزِ دعوت وتبلیغ میں اصل مخاطب غیر مسلموں ہی کو بنایا جاتا ہے اوران کے سخت دلوں کو ایمان ویقین، سوز دروں، اخلاص اوراسوۂ حسنہ کی روشنی وگرمی سے موم بنا کر ایمان وعمل کے سانچہ میں ڈھالا جاتا ہے اور جب اس طرح مومنوں کی امت دعوت، تیار ہوجاتی ہے تو اسے نبوی تعلیمات سے آراستہ کر کے غیر مسلموں "امت اجابت" کو اللہ کے دین کی طرف مدعو کرنے کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور یہ کار نبوت پوری امت کے اہل افراد پر فرض قرار دیا جاتا ہے اورامت مسلمہ کوتو اسی دعوت کے لیے خیر امت قرار دیا گیا ہے۔" (ماخوذ۔دعوت اسلام ایک اہم فریضہ)

اصلاحی مضامین

ہماری بے وزنی کے اسباب۔۔۔

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ قاسمی*

مسلمان ان دنوں عالمی وملکی پیمانے پرزبردست بحران کا شکار اور پستی وادبار سے دوچار ہیں۔تاریخ کی سب سے سرخرو قوم اور اپنے پاس مستقل لائحۂ عمل رکھنے والی سربلند ملت اپنی ہی بعض نادانیوں اور عاقبت نااندیشیوں کے سبب اغیار کے رحم وکرم پر جی رہی ہے۔اسلام کے قلب وجگر پر جس تیزی اور منصوبہ بندی سے حملے ہورہے ہیں اور مسلمانوں کے مستقبل پر جو کاری ضربیں لگائی جارہی ہیں،تاریخ شاید اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہو۔وطن عزیز کی تازہ ترین صورت حال بہ طور خاص برسر اقتدار جماعت کے ظلم وجور، مسلمانوں کے تئیں اس کی طوطا چشمی وبے مروتی اور احتجاج کے ذریعہ اپنے جائز حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کے خلاف منصوبہ بند قتل وگری وغیرہ سے ہر صاحب ادراک نہ صرف واقف ہے؛ بل کہ آزردہ اور کبیدہ خاطر بھی ہے۔

قوموں کا عروج وزوال اگرچہ قانون فطرت کے مطابق ہوتا ہے؛ تاہم ایسا نہیں ہوتا کہ اس میں اسباب و عوامل کو مطلق دخل نہ ہو؛ بل کہ کسی بھی قوم کی ترقی وتنزلی میں مختلف اسباب وعلل فیصلہ کن حیثیت رکھتے ہیں،حالات کے مدوجزر کو دیکھتے ہوئے انہیں معلوم کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔بالخصوص ایک مسلمان کے لیے تو بالکل دشوار نہیں کہ وہ فراست ایمانی رکھتا ہے اور اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔مزید برآں اس کے سامنے کتاب و سنت کے کھلے اوراق ہیں جو ہر موقع پر کامل رہبری اور بھرپور رہنمائی کے لیے کافی ہیں۔اس بات سے کسی بھی ہوش مند کو اختلاف نہیں ہونا چاہیے کہ حالات کا رخ موڑنے اور تازہ انقلاب برپا کرنے کے لیے ان پر صرف سیاسی نقطۂ نظر سے غور کرلینا اور ممکنہ اسباب اختیار کرلینا کافی نہیں ہے؛ بل کہ اہل ایمان ہونے کی حیثیت سے انفرادی واجتماعی سطح پر دینی صورت حال کا جائزہ لینا بھی ازحد ضروری ہے کہ ہمارے اعمال کیسے ہیں؟ ہم میں دین داری کتنی ہے اور شریعت بیزاری کتنی؟ طاعت ومعصیت کے جذبات میں کون غالب ہیں؟ وغیرہ۔اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو فتنوں سے خبردار وآگاہ کرنے کے لیے بہت سی پیشین گوئیاں فرمائی ہیں،جن

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

میں امت کے زوال وانحطاط کے اسباب کا ذکر موجود ہے اور اس کا یقینی حل بھی۔

شامتِ اعمال ما:

ہندوستان کی مغلیہ سلطنت کا چودھواں بادشاہ، اورنگ زیب عالم گیرؒ کا پرپوتا، روشن اختر المعروف محمد شاہ رنگیلے تھا، جس نے اپنی مدتِ حکومت کا زیادہ تر وقت عیاشی ونفس پرستی میں گزارا۔ چوبیسوں گھنٹے نشے میں دھت رہتا، رقص وسرود کی مجلسیں جماتا اور فنون لطیفہ سے تعلق رکھنے والے فن کاروں کی صحبت میں دن ورات کا اکثر حصہ بسر کرتا۔ قانون بنانے اور توڑنے کے حوالے سے بھی عجیب وغریب خبط میں مبتلا تھا، اچانک کسی بھی شخص کو ہندوستان کا اعلیٰ ترین عہدہ سونپ دیتا اور جب چاہتا وزیر اعظم کو کھڑے کھڑے جیل بھجوا دیتا۔ وہ بیٹھے بیٹھے حکم دیتا کہ کل تمام درباری زنانہ کپڑے پہن کر آئیں اور فلاں فلاں وزیر پاؤں میں گھنگرو باندھیں! اس جابرانہ حکم کے بعد وزراء اور درباریوں کے پاس انکار کی گنجائش نہ ہوتی، وہ دربار میں آتا اور اعلان کر دیتا کہ جیل میں بند تمام مجرموں کو آزاد کر دیا جائے اور اتنی ہی تعداد کے برابر بے قصور لوگ جیل میں ڈال دیے جائیں، بادشاہ کے حکم پر سپاہی شہروں میں نکلتے اور انہیں راستے میں جو بھی شخص ملتا اسے پکڑ کر جیل میں پھینک دیتے۔ وہ وزارتیں تقسیم کرنے اور خلعتیں پیش کرنے کا بھی شوقین تھا، ہر روز پانچ نئے لوگوں کو وزیر بناتا اور سو پچاس لوگوں کو شاہی خلعت پیش کرتا؛ مگر اگلے ہی دن یہ وزارتیں اور خلعتیں واپس لے لی جاتیں، وہ قاضی شہر کو شراب سے وضو کرنے پر مجبور کرتا اور اس کا حکم تھا کہ ہندوستان کی ہر خوبصورت عورت بادشاہ کی امانت ہے اور جس نے اس امانت میں خیانت کی اس کی گردن ماردی جائے گی۔ وغیرہ۔۔۔۔ ایسے متلون مزاج حکمراں کے عہد میں ایران کے ایک سخت گیر فرماں روا نادر شاہ نے ہندوستان کے دارالحکومت دہلی پر زبردست حملہ کیا اور وہ لوٹ مار کی کہ گلیاں خون سے بھر گئیں، ہر کوچے میں انسانی لاشیں بکھر گئیں، کسی کے لیے کوئی امان نہ تھی، ہر گردن پر خونخوار تلوار کھنچی ہوئی تھی، سب حیران وششدر تھے کہ یہ کیا ہوا؟ جب نادر شاہ نے قتل عام بند کیا، اور رہے سہے لوگوں کے حواس درست ہونے شروع ہوئے، تو کسی نے ایک بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت! یہ سب کیا ہوا؟ انھوں نے ایک جملے میں جواب دیا، وہ جملہ صفحاتِ تاریخ میں ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گیا، انھوں نے کہا: "شامتِ اعمالِ ما صورتِ نادر گرفت" یعنی ہماری بدعملی نے پروردگار عالم کو ناراض کیا، اور وہی بداعمالیاں نادر شاہ کی صورت میں ہم پر قہر وعذاب کا کوڑا بن کر برس گئیں۔ موجودہ حالات میں کیا بعید ہے کہ حکومت کے ناروا جبر وتشدد کا ایک بنیادی سبب ہمارے ہی اپنے اعمال ہوں، حقوق وفرائض میں ہماری کوتاہی ہو، منہیات ومحرمات کا بے جھجک ارتکاب ہو۔ حدیث قدسی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میرے علاوہ اور کوئی معبود نہیں۔

میں بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، بادشاہوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں، بندے جب میری اطاعت کرتے ہیں، تو ان کے بادشاہوں کے قلوب کو رحمت و مہربانی کے جذبے کے ساتھ ان پر متوجہ کرتا ہوں، اور جب بندے میری نافرمانی کرتے ہیں تو میں ان کے دلوں کو غصہ اور انتقام کے جذبے کے ساتھ ان کے اوپر بدل دیتا ہوں، تو وہ انھیں سخت عذاب کا مزا چکھاتے ہیں، تو اے لوگو! اپنے آپ کو بادشاہوں کے برا بھلا کہنے اور ان پر بددعا کرنے میں مشغول مت کرو، بلکہ ذکر اور دعا کے اندر اور گریہ وزاری میں خود کو مشغول کرو، تاکہ تمہارے بادشاہوں کے مقابلے میں مَیں تمہاری حمایت و کفایت کروں۔(مشکوۃ شریف) حدیث بالا کی تشریح کرتے ہوئے حضرت مولانا اعجاز احمد اعظمی نور اللہ مرقدہ ارقام فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ظلم و جبر کے مقابلے میں ظاہری تدابیر سے جو حد جواز میں ہوں، منع نہیں کرتا۔ دنیا میں اسباب کا سلسلہ مقاصد و نتائج کے ساتھ جڑا ہوا ہے، لیکن یہ اسباب دوہرے ہیں، انسان کو خارجی اسباب کے مقابلے میں داخلی اسباب پر توجہ زیادہ کرنی چاہیئے، ہم حکومت کی غلط پالیسیوں کے خلاف دم خم دکھائیں، مظاہرہ کریں، تجویزیں پاس کریں، اپنی یکجہتی اور اتحاد کا منظر پیش کریں، سب بجا؛ لیکن اس سے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ زیادہ اہتمام اس بات کا کریں کہ جس کمزوری کو پاکر حکومت ہمارے دین وملت پر حملہ آور ہے، اس کمزوری کو ہم دفع کریں، شریعت کو اور احکام اسلام کو پہلے ہم اپنی ذات پر، اپنے خاندان پر، اپنے معاشرہ پر نافذ کریں، چاہے وہ ہمارے نفس، ہمارے اغراض اور ہمارے ظاہری مفاد کے کتنا ہی خلاف ہو۔(حدیث درد دل)

حقیقی مرض کی تشخیص:

امام ابوداؤد سجستانیؒ نے اپنی سنن میں حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث نقل کی ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "قریب ہے کہ دیگر قومیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں جیسے کھانے والے پیالوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں"، تو ایک کہنے والے نے کہا: کیا ہم اس وقت تعداد میں کم ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "نہیں؛ بلکہ تم اس وقت بہت ہوگے، لیکن تم سیلاب کی جھاگ کے مانند ہوگے، اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے سینوں سے تمہارا خوف نکال دے گا، اور تمہارے دلوں میں "وہن" ڈال دے گا"، تو ایک کہنے والے نے کہا: اللہ کے رسول! وہن کیا چیز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ دنیا کی محبت اور موت کا ڈر ہے"۔

غور کیجیے! آج اسی دنیا کی محبت اور موت سے نفرت نے امت کو کہیں کا نہ چھوڑا، کیا فقیر، کیا امیر، کیا مرد، کیا عورت، کیا عالم، کیا جاہل، کیا خواص اور کیا عوام! ہر ایک فانی دنیا کے پیچھے پڑا ہوا ہے، مال و منال، اسباب و جائیداد اور عزت و برتری ہی مقصود زندگانی بن چکا ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ جب انسان پر

حیات دنیوی کی درستی وآ رائش کا شوق سوار ہوتا ہے تو صنعت وحرفت اور زراعت وتجارت کے ناپائیدار مشغلوں میں ایسا پھنس جاتا ہے کہ مبدا ومعاد کی اس کو کچھ خبر نہیں رہتی اور ظاہر وباطن دونوں دنیا ہی کے ہو رہتے ہیں، قلب محبتِ دنیا میں مشغول ہوجاتا ہے اور بدن اس کی اصلاح وتدبیر میں مصروف۔ غرض رسول اللہ ﷺ کی مذکورہ پیشن گوئی، صرف پیشن گوئی نہیں ہے؛ بلکہ مسلمانوں کے لیے پیغام عبرت ہے، درس نصیحت ہے، راہ نجات وہدایت ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر وہ سبب جس سے دنیا کی محبت پیدا ہوتی ہے، اور ہر وہ بات جس کے نتیجے میں موت ناخوشگوار معلوم ہوتی ہے، اسے اپنی زندگی سے خارج کریں، اگر ایسا کرلیا گیا، تو دشمنوں کو حوصلہ نہ ہوگا کہ وہ آپس میں مسلمانوں کے خلاف اس طرح دعوت دیں، جیسے وہ کوئی تر نوالہ ہوں؛ بلکہ ان کی ہیبت دلوں میں اس طرح بیٹھ جائے گی، کہ انھیں اٹھنے کا حوصلہ نہ ہوگا۔

دنیا کی محبت میں گرفتار شخص پر ناگواری کا اظہار کرتے ہوئے سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہلاک ہو دینار ودرہم اور چادر کا بندہ، اگر اس کو یہ چیزیں دی جائیں تو خوش ہو اور اگر نہ دی جائیں تو ناراض ہو۔ ایسا شخص ذلیل اور سرنگوں ہو جب اس کے کانٹا چبھے نہ نکالا جاوے۔ مبارک ہو وہ بندہ جو خدا کی راہ میں لڑنے کے لیے اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور قدم غبار آلود ہیں اگر لشکر کی حفاظت پر مقرر کیا جاوے تو لشکر کی حفاظت کرتا ہے اور لشکر کے پیچھے رکھا جاتا ہے تو پوری اطاعت کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہتا ہے، اگر لوگوں کی محفل میں شرکت کی اجازت چاہتا ہے تو شرکت کی اجازت نہیں دی جاتی اور اگر کسی کی سفارش کرتا ہے تو اس کی سفارش قبول نہیں کی جاتی، یعنی گم نام، بے نام ونشان ہونے کے سبب مخلوق ایسے بندے کو بے قدر سمجھتی ہے۔ (مشکوۃ) اسی حب دنیا کا اندیشہ کرتے ہوئے ایک اور مقام پر قسم کھا کر فرمایا: اللہ کی قسم! میں تمہارے فقر وافلاس سے نہیں ڈرتا بلکہ اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تم پر کشادہ کی جائے جس طرح تم سے پہلے والوں پر کشادہ کی گئی تھی پھر تم دنیا کی محبت ورغبت میں گرفتار ہوجاؤ گے جس طرح تم سے پہلے والے گرفتار ہوئے تھے اور یہ دنیا پھر تم کو ہلاک کردے گی جس طرح تم سے پہلے والوں کو ہلاک کیا تھا۔ (مشکوۃ)

حب دنیا میں حب جاہ بھی داخل ہے؛ بلکہ ہوسِ زر کے مقابلے میں زیادہ خطرناک ومضر ہے اور اس سے دامن کا بچانا ذرا مشکل ہے۔ حب جاہ کے معنی ہے کہ انسان لوگوں کے قلوب پر قبضہ کرنا چاہے اور اس کی خواہش کرے کہ ان کے دل میرے مطیع بن جائیں میری تعریف کیا کریں، میری حاجت کے پورا کرنے میں لپکیں اور جان دینے تک سے دریغ نہ کریں۔ رسول خدا ﷺ نے پیشین گوئی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ قرآن کا علم حاصل کریں گے، اور دین میں گہرائی تک پہونچیں گے۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۳۳ پر)

دعوتِ فکر و عمل

ملک کی موجودہ صورتِ حال اور کرنے کے چند کام

حضرت مولانا سید احمد ومیض ندوی مدظلہٗ *

اس وقت پورا ملک این آرسی کے مسئلہ سے جوجھ رہا ہے، ملک بھر میں احتجاج اور دھرنوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، شاہین باغ کی شاہین صفت خواتین نے پوری دنیا کو اپنی جانب متوجہ کرلیا ہے، دہلی کی شدید سردی بھی ان کے عزم آہنی کے آگے قاصر نظر آرہی ہے، ایک طرف احتجاج کی آگ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے اور ملک کے بیشتر طبقات احتجاج کا حصہ بن رہے ہیں، دوسری جانب حکومت ٹس سے مس نہیں ہورہی ہے، بلکہ حکمرانوں کی جانب سے اس بات کا عندیہ دیا جارہا ہے کہ وہ کسی بھی صورت میں سیاہ قانون کو واپس نہیں لیں گے، تازہ صورت حال بتاتی ہے کہ حکومت نے طاقت کے بل پر احتجاج کو کچلنے کا پروگرام بنالیا ہے، دہلی لیفٹننٹ گورنر کی جانب سے پولیس کو دیے گئے زائد اختیارات کا حالیہ فیصلہ اسی سلسلہ کی پہل ہے۔

این آرسی کے دو مختلف زاویے ہیں: اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ اس کے اثرات سے پورا ملک متأثر ہوگا، یہ در اصل ملک کے دستور پر حملہ ہے، ملکی معیشت پر اس کے بڑے گہرے اثرات مرتب ہوں گے، اس نئے قانون سے جہاں مسلمانوں پر آفت آئے گی وہیں ایس ٹی ایس سی اور آدی واسی بھی پوری طرح متأثر ہوں گے۔ این آرسی کا دوسرا پہلو خاص مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے، یہ مسلمانوں کے لیے وجود و بقاء کا مسئلہ ہے، یہ دراصل انھیں دین اسلام سے دست بردار کروانے کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے، این آرسی کا مسئلہ مسلمانوں کے لیے براہ راست دین وایمان سے جڑا ہوا ہے، اس لیے این آرسی پر مسلمانوں کا شدید تشویش سے دوچار ہونا فطری ہے، این آرسی کے نتیجہ میں پیدا موجودہ صورتِ حال کے تناظر میں ملتِ اسلامیہ کو چند نکات پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۱۔ اس وقت سب سے زیادہ اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو خوف کی نفسیات سے باہر نکالا جائے، مسلمان شدید خوف میں مبتلا ہیں، حتی کہ بعضے مسلمان نفسیاتی امراض کا بھی شکار ہورہے ہیں، علماء اور عمائدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ ملت کے عام افراد کو خوف وحراس کی سوچ سے باہر نکالیں، بحیثیت مسلمان ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ خوف اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے، مومن سب کچھ ہوسکتا ہے

* استاذ حدیث دار العلوم حیدرآباد

مگر بزدل نہیں ہوتا، اس لیے کہ مومن اللہ پر ایمان رکھتا ہے، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ نفع ونقصان، عزت وذلت اور کاموں کے بنانے اور بگاڑنے کا سارا اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے، مخلوق سراپا احتیاج ہے، جو خود محتاج ہو وہ دوسروں کی تقدیر کا فیصلہ کیسے کرسکتی ہے، اگر ساری دنیا مل کر کسی کو نقصان پہونچانا چاہے اور خدا کا منشا نہ ہو تو ساری دنیا اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی، صاحب اقتدار لوگ ہم ہی جیسے انسان ہیں، وہ اس وقت تک اپنے تخریبی مقاصد میں کامیاب نہیں ہوسکتے جب تک خدا کی مرضی شامل نہ ہو، مومن حالات سے اس لیے بھی نہیں گھبراتا کہ اس کا عقیدہ تقدیر پر پختہ یقین ہوتا ہے، مومن کا ایقان ہے کہ آدمی کے ساتھ وہی کچھ ہوگا جو اللہ کے پاس طے ہے۔ علاوہ ازیں اہل ایمان کا یہ بھی یقین ہے کہ دین اسلام دنیا میں مٹنے کے لیے نہیں آیا ہے بلکہ یہ دین غالب ہونے کے لیے آیا ہے، قرآن میں اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے: اسی خدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین کو سارے ادیان پر غالب کرے، قرآن وسنت میں بیشتر مقامات پر اسلام کے روشن مستقبل کی پیشین گوئی کی گئی ہے، دنیا کی ساری طاقتیں بھی اسے مٹا نہیں سکتی، کسی این آرسی یا سیاہ قوانین کو لاکر اگر دشمن اسلام کو ملک سے مٹانا چاہیں تو ان کا یہ خواب صبح قیامت تک پورا نہیں ہوسکتا، اس کے علاوہ مسلمانوں کو یہ بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ مرے ہوئے سانپ کو کوئی نہیں چھیڑتا، مسلمان ایک زندہ قوم ہے اس کے پاس ایمان وعقیدہ کی طاقت ہے، اور اخلاق کی طاقت ہے، دشمن کو خدشہ ہے کہ یہ قوم مستقبل میں ہمارے لیے خطرہ بن سکتی ہے۔

۲۔ مسلمانوں کو این آرسی سے اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے کہ این آرسی کا حربہ ان کے لیے کوئی نیا نہیں ہے، کفر کی طاقتوں نے ہر دور میں اہل ایمان کو ختم کرنے کے لیے شہریت ترمیمی قانون کا حربہ استعمال کیا ہے، پچھلے انبیاء کے زمانہ میں اکثر ایسا ہوا کہ مسلمانوں کو ایمان سے ہٹانے کے لیے انھیں ملک سے نکال باہر کرنے کی دھمکی دی گئی، اور صاف کہہ دیا گیا کہ یا تو کفر میں لوٹ جاؤ یا ملک سے نکل جاؤ، گذشتہ اقوام کی جانب سے اپنائے گئے اس حربہ کا ذکر کرتے ہوئے سورہ ابراہیم میں ارشاد ہے: ''اور کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا کہ ہم ضرور تمہیں اپنی سرزمین سے نکال دیں گے یا پھر آپ لوگ پھر سے ہمارے مذہب میں لوٹ آؤ، پس ان کے رب نے ان کے رسولوں کو وحی کی کہ اے پیغمبرو! ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردیں گے اور تمہیں سرزمین میں ٹھہرائیں گے'' عہد رسالت میں کفار مکہ نے بھی صحابہ کے خلاف شہریت ختم کرنے کا حربہ استعمال کیا، اور صاف کہا کہ یا تو ہمارے دین میں لوٹ آؤ یا پھر مکہ سے نکلنے کے لیے تیار ہوجاؤ، این آرسی کا بنیادی مقصد مسلمانوں کو دین حق چھوڑنے پر مجبور کرنا ہے، گذشتہ دنوں وارانسی میں جگہ جگہ ایک پوسٹر چسپاں کردیا گیا ہے جس میں یہ

تحریر ہے کہ ''ہندو دھرم میں گھر واپسی کرو اور سی اے اے اور این آر سی سے چھٹکارا پاؤ''

۳۔ موجودہ حالات میں مسلمانوں میں دین پر ثابت قدمی اور استقامت کی روح پھونکنے کی زیادہ ضرورت ہے، اب ملک میں مسلمانوں کے لیے دین کے حوالہ سے مسلسل آزمائشیں آتی رہیں گی، ساحلی علاقوں میں جہاں غربت زدہ مسلمان چند روپیوں کے لیے عیسائیت قبول کرنے کے لیے آمادہ ہورہے ہیں انھیں جب پتہ چلے گا کہ مسلمان رہ کر ملکی شہریت باقی نہیں رکھی جاسکتی تو وہ آسانی کے ساتھ حراستی کیمپوں سے بچنے کے لیے دوسرا مذہب اختیار کرلیں گے، موجودہ آزمائشوں کا مقابلہ وہی مسلمان کرسکتے ہیں جن کے دلوں میں پہاڑ جیسا مضبوط ایمان ہو، اس لیے علماء اور داعیان دین کی جانب سے عام مسلمانوں میں دین وایمان کی پختگی پیدا کرنے کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے، افسوس ہے کہ اس وقت عام مسلمانوں کو ملک سے نکلنے کی فکر تو خوب ستا رہی ہے؛ لیکن اس بات کی فکر نہیں کہ کہیں دین وایمان سے نہ نکل جائیں، اس وقت سب سے زیادہ تشویش کی بات یہ ہے کہ کہیں شہریت کے ختم ہونے کے خوف سے مسلمان مرتد نہ ہوجائیں، ارتداد کے متوقع سیلاب کے آگے مضبوط بندھ باندھنے کے لیے عام مسلمانوں میں دینی شعور بیدار کرنا نہایت ضروری ہے۔

۴۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اس وقت بی جے پی جو کچھ سیاہ قوانین لارہی ہے اس کی اصل محرک آر ایس ایس ہے، بی جے پی دراصل آر ایس ایس کی سیاسی ونگ ہے، موجودہ حکمراں طبقہ ہر حال میں آر ایس ایس کے ایجنڈے کی تکمیل کا پابند ہے، اور آر ایس ایس کا ایجنڈا جگ ظاہر ہے کہ وہ ملک کو برہمن راشٹر بنانا چاہتی ہے، آر ایس ایس کی بنیاد ہی نفرت وتعصب اور مسلمانوں اور پسماندہ طبقات سے عداوت پر قائم ہے، آر ایس ایس کے عزائم انتہائی خطرناک ہیں، اس وقت این آر سی کے خلاف بنی فضا کی وجہ سے پورا ملک آر ایس ایس کی حقیقت سے واقف ہوتا جارہا ہے، موجودہ آر ایس ایس مخالف فضا سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ضرورت ہے کہ ملکی عوام کو آر ایس ایس کے فسطائی اور دستور مخالف عزائم سے واقف کرایا جائے، موجودہ لڑائی دراصل نظریاتی لڑائی ہے، جب تک آر ایس ایس کو بے نقاب کرکے عوام کو اس کے ناپاک عزائم سے آگاہ نہیں کیا جاتا تب تک سیاہ قوانین کا سلسلہ موقوف نہیں ہوگا، اس کے لیے مسلمانوں سمیت ایس ٹی ایس سی سکھ عیسائی وغیرہ تمام طبقات کو آر ایس ایس کے خلاف متحد ہونا ضروری ہے، خوش آئند بات ہے کہ گذشتہ کچھ عرصہ سے اس حوالہ سے اقلیتوں اور پسماندہ طبقات میں شعور بیدار ہورہا ہے، بام سیف جیسی تنظیمیں عملاً سرگرم ہیں، اس میں شک نہیں ہے کہ اس ملک کا اصل مسئلہ برہمن ازم ہے، مٹھی بھر برہمن یہودیوں کی طرح اقتدار سے چمٹے رہنا چاہتے ہیں، جب تک ملک سے برہمن ازم کا خاتمہ نہیں ہوتا تب تک امن وسکون اور دستور کی حفاظت ممکن نہیں،

برہمن ازم کا خاتمہ آر ایس ایس کے بغیر ممکن نہیں، آر ایس ایس خود کو ایک ثقافتی تنظیم کے طور پر متعارف کرتی ہے، لیکن دیش بھگتی کی آڑ میں وہ سب کچھ کرتی ہے، جو ملک کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دے، آر ایس ایس کی جڑیں کس قدر گہری ہیں اور اس کا نیٹ ورک کس قدر پھیلا ہوا ہے اس کا اندازہ موہن بھاگوت کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے جس میں انھوں نے کہا کہ ہنگامی صورت حال میں ان کی تنظیم تین دن سے بھی کم وقفہ میں ۲۰ لاکھ سیوکوں (کارکنوں) کو جمع کر کے میدان جنگ میں لاسکتی ہے، گویا بھاگوت یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ آر ایس ایس کی تنظیمی صلاحیت فوج سے بدرجہا بہتر ہے، آر ایس ایس کی بنیاد فرقہ واریت، جمہوریت مخالف اور فاشزم پر قائم ہے، ایک دلت شخصیت رام کمار کی تحقیق کے مطابق اس وقت آر ایس ایس کی کل شاکھاؤں کی تعداد ۸۴۸۷۷ ہے، جو ملک و بیرون ملک کے مختلف مقامات پر انتہا پسندانہ نظریاتی بنیاد پر جوڑنے کا کام کر رہی ہے، ۲۰ سے ۳۵ سال کی عمر کے تقریباً ایک لاکھ نوجوانوں نے پچھلے ایک سال میں آر ایس ایس میں شمولیت اختیار کرلی ہے، نیز آر ایس ایس ہندوستان میں تقریباً ۸۸ فیصد بلاک میں اپنی شاکھاؤں کے ذریعہ رسائی حاصل کر چکی ہے، گذشتہ ایک سال میں آر ایس ایس نے ۱۱۳۴۲۱ تربیت یافتہ سویم سیوک سنگھ تیار کئے ہیں، ہندوستان سے باہر ۳۹ ممالک میں ان کی شاکھائیں کام کر رہی ہیں، آر ایس ایس کی ایک لاکھ شاخوں میں پندرہ کروڑ خدمات انجام دینے والے ہیں، اسی طرح ایک لاکھ سرسوتی تعلیمی مندروں میں کم وبیش ایک کروڑ طلبہ ہیں، آر ایس ایس کی بھارتیہ مزدور سنگھ کے اراکین دو کروڑ ہیں، طلبہ تنظیم اے بی وی پی کے جوانوں کی تعداد ایک کروڑ ہے، نیز وشوا ہندو پریشد کے اراکین ایک کروڑ ہیں، اور بجرنگ دل کے ۳۰ لاکھ ہیں، آر ایس ایس کے پاس ۱۲۰۰ اشاعتی ادارے مختلف رسالے اور اخبارات نکالتے ہیں، آر ایس ایس کے تقریباً ۱۰ لاکھ افراد نے مذہب کی حفاظت کے لیے تاحیات غیر شادی شادہ رہنے کا فیصلہ کیا ہے، ہندوستان کی تقریباً سبھی مندروں سے آر ایس ایس کے لیے پیسہ اکٹھا کیا جاتا ہے، اس کے علاوہ بیرونی ممالک سے بھی بے حساب فنڈ آر ایس ایس کے کھاتوں میں جمع ہوتا ہے، اس قدر مضبوط ڈھانچہ رکھنے والی تنظیم کی تخریب کاری سے ملک اور عوام کو بچانے کے لیے کس قسم کے اسباب ووسائل کی ضرورت ہے، اور کس قدر گہری اور جامع منصوبہ بندی ناگزیر ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے، ملک کا اصل ناسور یہی فرقہ پرست، دستور مخالف اور ملک دشمن تحریک ہے، بنیادی طور پر آر ایس ایس دستور ہند کو بدلنا چاہتی ہے، این آر سی کا نفاذ دراصل اسی کا پیش خیمہ ہے، ملک کے موجودہ حالات آر ایس ایس کے خلاف رائے عامہ کی تبدیلی کے لیے انتہائی موزوں ہیں۔

۵- این آر سی کے خلاف جاری موجودہ تحریک کی کامیابی کے لیے تین نکات پر خصوصی توجہ ضروری

ہے: (۱) ملک کے ہر ہر فرد کو گھر گھر پہونچ کر این آرسی کے نقصانات سے واقف کرایا جائے۔ (۲) احتجاج کا موجودہ سلسلہ پوری قوت کے ساتھ آخری وقت تک جاری رہے۔ (۳) احتجاج میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلم بھائیوں کی شرکت کو یقینی بنایا جائے، جہاں تک پہلے نکتہ کا تعلق ہے وہ اس لیے ضروری ہے کہ موجودہ شدید احتجاج اور شور اور ہنگاموں کے باوجود اب بھی ملک کا ایک بڑا طبقہ این آرسی کے تعلق سے غفلت و بے خبری کا شکار ہے، بعض غیر مسلم برادران وطن فرقہ پرستوں کی چال بازیوں کو سچ سمجھ رہے ہیں، ان کے خیال میں این آرسی کا مقصد چند پڑوسی ممالک کے مظلوموں کو پناہ دینا ہے، اور بعض یہ سمجھتے ہیں کہ این آرسی صرف مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ہے، اس میں ہمارا یا ملک کا کوئی نقصان نہیں ہے، غیر مسلم برادران وطن کو گھر گھر پہونچ کر بتانے کی ضرورت ہے کہ یہ قانون صرف مسلمانوں ہی کے خلاف نہیں بلکہ اس کا نقصان ملک اور اس کے سارے باشندوں کو ہوگا، یہ قانون ملک کے دستور کے خلاف ہے، اس لیے کہ یہ دستور کی دفعات ۱۴، ۱۵ سے ٹکراتا ہے، جو مذہب کی بنیاد پر امتیازی سلوک کی اجازت نہیں دیتی، نیز یہ قانون ہندوستان کے سیکولر ڈھانچہ سے بھی ٹکراتا ہے، اس لیے کہ ملک کو آزادی دلانے والے قائدین نے روزِ اول سے اس ملک کو سیکولر رکھنے کا فیصلہ کیا تھا، اور یہ طے کیا تھا کہ یہاں تمام مذاہب والوں کو اپنے مذہب پر عمل کی پوری آزادی ہوگی۔ علاوہ ازیں این آرسی کے نتیجہ میں ملک کی سلامتی بھی متأثر ہوسکتی ہے، اس لیے کہ جب این آرسی کے نام پر ایک خاص مذہب کے پیروکاروں کو شہریت سے محروم کردیا جائے گا تو لامحالہ ملک میں خانہ جنگی کی صورت حال پیدا ہوگی، نیز جن تین ملکوں کے لوگوں کو پناہ دی جائے گی وہ بھارت کی سالمیت کو خطرات سے دوچار کرسکتے ہیں، یہ سیاہ قانون ملک کی جمہوری قدروں سے بھی متصادم ہے، چونکہ یہ ملک کی ایک بڑی آبادی کو دوسرے درجہ کا شہری بنانے کی سازش ہے، اتنا ہی نہیں اس قانون کے نتیجہ میں ملک بھر میں رشوت اور بدعنوانی کا بازار گرم ہونے کا اندیشہ ہے، کاغذات بنانے کے لیے سرکاری افسر خوب رشوت کا مطالبہ کرنے لگیں گے، اس سے ہٹ کر اس قانون کا سب سے زیادہ منفی اثر ملک کی معیشت پر پڑے گا، پہلے سے کنگال معیشت مزید ابتری کا شکار ہوگی، اس لیے کہ این آرسی کے نفاذ کے لیے حکومت کو کروڑوں کا بجٹ مختص کرنا ہوگا، اس قانون کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوگا کہ اس سے ملک کا غریب طبقہ چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم سب سے زیادہ پریشان ہوگا، ملک میں ایسے غریبوں کی ایک بڑی تعداد ہے جن کے پاس نہ زمین ہے اور نہ کاغذات، وہ دردر کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہوں گے، قانون کے نفاذ کی صورت میں کاغذات کی فراہمی اور ان کی درستگی کے مراحل اس قدر دشوار ہوں گے کہ اس سے امیر و غریب مسلم و غیر مسلم سب کو پریشان ہونا پڑے گا، جو غیر مسلم یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو اس قانون سے کوئی دھکا نہیں ہوگا وہ

آسام میں لاگو کی گئی این آرسی کے نتائج کو سامنے رکھیں کہ کس طرح وہاں حکومت نے انھیں پریشان کیا، آسام کے ایسے بہت سے غیر مسلموں کے تاثرات سوشیل میڈیا پر بھی دیکھے جاسکتے ہیں جو این آرسی میں نام نہ آنے پر دَردَر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں، این آرسی سے خارج ہونے والے غیر مسلموں کے لیے اگرچہ سی اے اے کے ذریعہ شہریت کی گنجائش رکھی گئی ہے لیکن جب تک سی اے اے کے ذریعہ انھیں شہریت نہیں ملتی وہ غیر قانونی شہری کہلائیں گے، اس دوران حکومت کو ان کی جائیداد ضبط کرنے کا حق حاصل رہے گا، سی اے اے کے ذریعہ جب انھیں دوبارہ شہریت ملے گی تو حکومت ان کی جائیداد لوٹانے کی پابند نہ ہوگی، بلکہ این آرسی کے نفاذ کی صورت میں عوام کو قدم قدم پر دشواریوں کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے، مثلاً ہر بینک کو یہ ہدایت ہوگی کہ بغیر این آرسی نمبر کے بینک نکاسی نہ کی جائے، آپ سر پٹک کر مرجائیں گے لیکن اپنی رقم نہیں نکال پائیں گے، اسی طرح ہوائی سفر کے دوران بھی این آرسی نمبر درکار ہوگا، نیز سرکاری وغیر سرکاری اسپتالوں میں بغیر این آرسی نمبر دکھائے علاج نہیں ہوگا، سرکاری وغیر سرکاری اسکول وکالج میں بچوں کا داخلہ شہریت ثبوت کے بغیر نہیں ہوسکے گا، حتی کہ لین دین یا سم وغیرہ لینے کا معاملہ بھی شہریت ثبوت کے بغیر ممکن نہیں ہوگا، آپ اگر کوئی فلیٹ خریدنا یا فروخت کرنا چاہیں تب بھی این آرسی نمبر درکار ہوگا، یہ ساری دشواریاں مسلم وغیر مسلم، امیر وغریب سبھی کو درپیش ہوں گی۔

(بقیہ صفحہ ۲۷ سے)

ان کے پاس شیطان آئے گا اور کہے گا کہ تم اگر حکام کے پاس جا کر ان کی دنیا میں سے کچھ حصہ حاصل کر لو، اور اپنے دین کو بچالو، تو کیا حرج ہے؟ آپ فرماتے ہیں سن لو! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، جیسے ناگ پھنی سے بجز کانٹے کے اور کچھ نہیں مل سکتا، ایسے ہی حکام کے قرب سے بجز گناہ کے اور کچھ نہیں پاسکتے۔ (طبرانی)

آج امت میں یہ مرض بھی عام ہوتا جارہا ہے، بے لوث ومخلص قائدین کا فقدان ہر طرف ہے، ہر کوئی اپنا نام چمکانے اور ملک گیری کی ہوس میں حد سے گزر جانے کو تیار ہے۔

الغرض: دنیا وآخرت ایک دوسرے کی ضد ہیں، لہذا آخرت کا تذکرہ اور موت کی یاد انسان کے لئے نہایت لازم وضروری ہے؛ یہی وجہ ہے کہ قرآن وحدیث میں اس کا تفصیل کے ساتھ بار بار ذکر کیا گیا، تا کہ آخرت سے کوئی آدمی غافل نہ ہو، اور دنیا کی محبت میں گرفتار نہ ہوجائے۔

حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ملک کے موجودہ حالات میں زوال کے اسباب سمجھنے، اجتماعی وانفرادی طور پر مستقل لائحہ عمل بنا کر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، بالخصوص اپنی زندگی، اپنے گھر اور اپنے خاندان سے انقلاب کا آغاز کرنے کی فکر نصیب فرمائے۔ آمین

فکر ونظر

مغربی دنیا کے تباہ کن افکار؛ اسباب وتدارک

مولانا احمد عبید اللہ یاسر قاسمی

وہ کارزار جس میں نظریات پر حملہ ہو

فکری یلغار اور نظریاتی جنگ وہ ہے جو آلاتِ حرب توپ، میزائیل، ٹینک، گولے بارود کے بجائے دیگر ایسے ذرائع سے لڑی جاتی ہے، غیر معمولی منصوبہ بند اور انتہائی منظم طریقے سے اقوام وملل کی ذہنیت، تعلیم و تربیت معاشرت ومعیشت، تہذیب وتمدن اور خیالات ونظریات تبدیل کیے جاتے ہیں، گویا یہ وہ کارزار ہے جس میں انسان کے جسم کے بجائے عقائد ونظریات پر حملہ ہوتا ہے، جس کے اثرات صدیوں جاری رہتے ہیں، نسل درنسل تقویت کے ساتھ فروغ پاتے رہتے ہیں، دل دماغ، انداز فکر ونظر، یکسر تبدیلی کا شکار ہوکر ارتداد کی لہروں میں گم ہوجاتا ہے، جن افکار میں معصیت کو خوشنما اور دلفریب بنا کر پیش کیا جاتا ہے، طبیعتوں کو ہر قید و بندش سے افراد کو ہر ذمہ داری اور جوابدہی سے آزاد باور کروایا جاتا ہے، جو اسلامی فکر ونظر کے بالکل مغائر ہے۔

چنانچہ مغربی افکار میں تو مطلق آزادی اور بے قیدی کی کھلی تبلیغ کو فروغ دیا گیا، زندگی سے پورے تمتع، مطالبات نفس کی پوری تکمیل اور لذت پرستی کی اعلانیہ دعوت دی گئی بلکہ حیات انسانی کے اعلیٰ اقدار کی نہ صرف دھجیاں اڑائیں گئیں، بلکہ لذت ھویٰ وھوس، ظاہر پرستی، اور مادی نفع کے سوا ہر چیز کا انکار کیا گیا، نظریاتی جنگ کی رفتار تو سست ہوتی ہے لیکن اثرات دیر پا ہوتے ہیں، تاکہ مسلمان اپنے انفرادی تشخص سے محروم ہوکر مغربی افکار کی تقلید کرنے پر مجبور ہوجائیں، اور مغرب سے جنگ کا تصور ہی باقی نہ رہے، اس لحاظ سے نظریاتی وفکری یلغار عسکری اور حربی یلغار سے زیادہ خطرناک ہے، اگر ہم غور کریں تو معلوم ہوگا کہ فکری اور نظریاتی جنگ کے مقاصد انتہائی ناپاک اور غلط عزائم سے بھرپور ہیں۔

(1) اہل اسلام سے اسلامی تعلیمات کا بتدریج خاتمہ۔

(2) اسلامی تعلیمات اور شرعی احکام پر اعتراضات کر کے امت مسلمہ کو شکوک وشبہات میں ڈالنا۔

(3) مغربی کلچر کو ساری دنیا میں فروغ دینا۔

(4) جمہوریت کے نام پر اسلامی ممالک میں نااہلوں کو قیادت سونپنا۔

(5) مسلمانوں کو داخلی انتشار میں مبتلا کر کے خارجی حملے کرنا۔

الغرض اہل اسلام سے اسلام کو ختم کرنا اور اسلامی تعلیمات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنا ہے اس کے تحت انہوں نے ایک طویل ترین منصوبہ بندی کر کے اسلام پر حملہ آوری شروع کر دی۔

مغرب کی اسلام دشمنی

اہل مغرب کا اہل اسلام کو اسلامی تعلیمات سے برگشتہ کرنے اور ان میں نظریاتی ارتداد پھیلانے کا منصوبہ تاریخ اسلامی کا سب سے خطرناک منصوبہ ہے کہ اس فکری یلغار نے گذشتہ ڈیڑھ صدی کے طویل عرصے میں نظریاتی سیاسی اور نشریاتی وسائل کو بتدریج بروئے کار لاتے ہوئے لاکھوں مسلمانوں کو اسلام سے بیگانہ کر دیا اور انہیں مغربی نظریات میں رنگ دیا جس کی وجہ سے وہ علانیہ طور پر کفر کے جھنڈے تلے اسلام کے خلاف کھڑے ہو گئے لیکن افسوس صد افسوس!!! کہ نہ تو مغربی افکار اور نظریات کو ماننے والی مسلمان نسل یہ تسلیم کرتی ہے کہ وہ عملا ایک صریح ارتداد میں مبتلا ہے اور نہ ہی اس زہریلے پہلو پر توجہ دیتی ہے کہ موجودہ دور کا ارتداد جو کبھی کمیونزم کبھی لبرل ازم کے شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور پورے وجود کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے وہ سب سے پر خطر اور سنگین ہے چنانچہ سب سے پہلے ہمیں مغربی سازشوں اور ان کے فکری حملوں سے واقف ہونے کی ضرورت ہے

مغرب کے ملحدانہ افکار

اپنے اس ایجنڈے کو بروئے کار لانے کے لئے مغرب نے آئے دن اوچھے ہتھکنڈے استعمال کر کے اہل اسلام کو دین و شریعت سے دور کرنے کی کوششیں کی ہے مغربی طرزِ فکر کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ مساوات کا نعرہ لگا کر انسان کو عقل کا تابعدار بنایا جائے پھر وحی الٰہی سے اس کے دل و دماغ میں بغاوت پیدا کی جائے یعنی انسان کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ جو بات عقل کے ترازو اور انسانی معیار کو ٹھیک لگے وہ صدفی صد صحیح اور مبنی برحق ہے اور جو عقل کی سمجھ سے بالاتر ہو یا وہ اسے سمجھنے سے قاصر ہو یا اس کے مفاد اور ھویٰ و ہَوس کے برخلاف ہو وہ برسرِ غلط یا پھر اس کے حق میں ظلم و زیادتی ہے چنانچہ مغرب کی جانب سے اس نظریہ کو فروغ دینے کی کوششیں کی گئی اور اس میں بہت حد کامیاب ہوتے چلے گئے اس کے نتیجے میں آج نوجوان نسل یہ سوال کرتی ہے:

کیا یہ اسلام کی جانب سے سراسر ظلم اور نا انصافی نہیں ہے کہ مرد کو چار شادیوں کی اجازت اور عورت کو صرف ایک؟

یہ کیا بات ہے کہ مرد کو طلاق کا حق ہے اور عورت کو نہیں؟ یہ کیسا اسلامی قانون ہے کہ عورت میراث میں، طرز زندگی میں، حتی کہ آزادی رائے میں مرد کے شانہ بشانہ کھڑی نہیں ہوسکتی؟

اور یہ اسلام کا کیسا نظام ہے کہ مرد کے لئے کوئی پردہ نہیں اور عورت کو گھر میں قید کر کے رکھا جاتا ہے؟ کیا فضول خرچی نہیں ہے کہ حج میں لاکھوں کروڑوں روپے صرف کر کے حج ادا کیا جاتا ہے؟ اس سے اچھا ہوتا اگر کسی غریب کی مدد کردی جاتی!

اور تو اور یہ کیسا پیسے کا ضیاع اور پیٹ کی بھوک ہے کہ بقرعید کے تین دنوں میں عالم اسلام میں لاکھوں جانور ذبح کر دیئے جاتے ہیں؟ کیا یہی پیسے قوم مسلم کی تعلیمی پسماندگی اور معاشی بحران کے خاتمہ کے لئے صرف نہیں کئے جاسکتے؟

دراصل ان سوالات کی اصل وجہ نظام الٰہی اور وحی خداوندی سے بغاوت اور عقل کو معیار سمجھنے کی غلطی ہے

ایک اور قدم آگے بڑھائیں تو نظر آئے گا کہ اہل مغرب یہ چاہتے ہیں کہ آزادی کے تصور کو عام کر کے انسان کو خدا اور سول کی بندگی سے ہٹا کر لذت کا غلام بنا دیا جائے اور یہ مغربی طرز فکر کا دوسرا سب سے مؤثر ہتھیار ہے کہ انسان اپنی مرضی کا مالک ہوجائے، شریعت کو بالائے طاق رکھ کر لذت وھویٰ و ہوس کا عادی ہوجائے بالفاظ دیگر شہوت پرستی کا بھوت انسان کے عقل پر سوار ہو، جو من میں آیا کرتا چلا جائے، الغرض انسان کا وحی کے تصور اور خدائی قانون سے کوئی سروکار نہ ہو، بقول حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ:

"ان کے نزدیک خدا کے قانون کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ انسان کی خواہش میں رکاوٹ پیدا کرے، انسان کو شریعت کا نہیں لذت کا غلام ہونا چاہئے، جس بات سے انسان کو لذت حاصل ہو، انسان اس کو کرنے کے لئے آزاد ہے"

اس کے نتیجے میں آج ساری دنیا دیکھ رہی ہے کہ مغربی ممالک کا ماحول کیسا بن چکا ہے غیر فطری اور ناجائز کاموں میں مغرب کا سر ہمیشہ بلند رہا ہے، نوبت بایں جا رسید کہ ہم جنس سے جنسی تعلقات میں کوئی مسئلہ نہیں، مغرب کی عدالتوں میں ایک ہی جنس کے لوگوں کا آپس میں نکاح منظور ہوتا ہے، عریانیت وفحاشیت کی عمومی اجازت ہوتی ہے، زنا بالرضاء میں کوئی جرم نہیں بلکہ خود عورت کا اپنا شوہر مجبور ہے۔

عریانیت وفحاشیت عام ہوگئی، بے ادبی کی فضا میں حفظ مراتب گم ہوگئے یعنی جب باپ اور بیٹے کا حق

یکساں ہو جائے تو پھر باپ بیٹے کو کچھ نہیں کہہ سکتا اگر کچھ کہہ دے تو قانوناً جرم ہوگا، دین میں شکوک وشبہات کا دروازہ کھولا گیا، ان سب کا حاصل بس یہی ہے کہ انسان کو آزادی کے پرفریب جھانسے میں پھنسا کر اس کو اس قدر بے لگام کر دیا جائے کہ اپنی خواہش پر کوئی کنٹرول نہ رہے، وہ اپنی نفسانی خواہشات پر بآسانی عمل کرنے کے لئے اپنی مرضی کا مالک بن جائے۔

جبکہ اسلامی فکر اس کے بالکل برعکس ہے

بقول علامہ اقبال:

صبح ازل یہ مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام ہو، وہ دل نہ کر قبول

اسلام اور مغرب کے مابین تصور آزادی

مغربی فکر وفلسفہ میں آزادی کا مطلب ہے، مطلق العنانی، مادر پدر آزادی، خدا، رسول، مذہبی جکڑ بندیوں اور روایتی پابندیوں سے آزادی حاصل ہو جائے ایسی آزادی کا اسلام میں کوئی تصور ہی نہیں ہے اسلام کی نظر میں ایسا آدمی جانور سے بھی بدتر ہے اسلام جہاں ایک طرف بندگی کو انسانیت کا شرف قرار دیتا ہے اور عبدیت اسکی معراج بتاتا ہے اللہ رب العزت نے اپنے رسول ﷺ کو ایک عظیم لقب عبد عطا فرمایا، مقام مدح میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی تعریف کی تو عبد کو ذکر کیا (سبحان الذی اسری بعبدہ) اور حضور اکرم ﷺ بھی اسی صفت کو پسند فرماتے تھے۔ اس لیے مسلمان کا مطمح نظر اور اس کی معراج للہ کی بندگی ہے، تو دوسری طرف مغربی فکر اور تصور آزادی کو اسلام دھریت، بے دینی، لا مذہبیت قرار دیتا ہے جو صریح گمراہی تک پہونچا دیتا ہے، پھر مادیت، آوارگی، اور نفسانی خواہشات ہی اسکا قبلہ بن جاتا ہے۔

یورپ کی غلامی پے رضامند ہوا تو

چنانچہ اگر آج ہم اپنے معاشرے کا دیانت داری سے جائزہ لیں کہ ہم مغربی سازش کے کس قدر شکار ہوئے ہیں؟ ہمارے وہ شاہین صفت نوجوان کس لاشعوری طور پر فکری ارتداد کے جال میں بڑی آسانی سے پھنستے چلے جا رہے ہیں، دل خون کے آنسو روتا ہے جب ہم اپنی تعلیمی اداروں کی صورتحال دیکھتے ہیں یقین مانیں رنج والم سے دل پھٹنے کو آتا ہے کہ آج قوم مسلم جو دنیاوی تعلیم کے حصول میں کالجوں، یونیورسٹیوں کا رخ کرنے والے طلبہ وطالبات مغربی افکار ونظریات کا اشتہار نظر آئیں گے صاف ستھری شریعت اور پاکیزہ نظام زندگی کے

باوجود اپنا قبلہ و کعبہ مغرب کو سمجھنے لگے ہیں، اقدار و روایات کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ترجیحات بھی کافی حد تک بدل چکی ہیں، اپنے کردار کی فکر، نہ اپنے دین اور ذمہ داریوں کی، حد تو یہ ہوگئی کہ اب اسلام کے مطابق خود ڈھالنے میں شرم محسوس کرتے ہیں علامہ اقبال کی زبانی اگر اس کی عکاسی کی جائے تو یہی کہا جا سکتا ہے

یورپ کی غلامی پہ رضامند ہوا تو
مجھ کو تو گلہ تجھ سے ہے، یورپ سے نہیں

مغربی افکار کے وسائل

آج بھی مغرب کے ذہنی غلام اور زر خرید علماء سو کا بہت بڑا لشکر ہمارے درمیان موجود ہے چاہے وہ کالج اور یونیورسٹیوں کے اساتذہ ہوں یا فلاسفہ، ڈاکٹرز ہوں یا صحافی حضرات، یا شعراء ہوں یا ٹی وی اینکرز جو نئی نسل میں مختلف طریقوں اور دل لبھا زاویوں سے اسلام کے متعلق شکوک وشبہات ڈالتے ہیں، آج یہود و نصاریٰ پوری میڈیا پر قبضہ کر کے ٹی وی، انٹرنیٹ، اخبار، رسائل اور جرائد میں زہریلے مضامین اور فحش تصاویر کے ذریعے لوگوں کے ایمان کو کمزور کرنے کی کوشش میں مصروفِ عمل ہیں، مذہبی منافرت پھیلانے سے لے کر جدیدیت اور ماڈرن ازم کا جھانسہ دے کر نیم مسلمان بنانے کی کوشش ان کا خاص مقصد ہے، مغربی طرزِ فکر کو لانے کیلئے روشن خیالی کے نام پر آج ہر ہر شہر میں درجنوں نائٹ کلب، نیٹ کیفے، تھیٹرز (سینما گھر) اور شراب خانے موجود ہیں، یہاں تک کہ آج ہر چیز کی شہرت اور پہچان عورت کو بنا دیا گیا ہے، ہر کمپنی اپنی ایجاد کردہ چیز کو عورت کی تصویر کے بغیر شائع کرنا گوارہ نہیں کرتی۔

مغربی افکار کا تدارک

مقام فکر ہے کہ آخر ہماری صورتحال اس قدر خوفناک کیوں بن گئی ہے؟ آج ہم اسلامی افکار و اقدار تہذیب وثقافت کی بجائے مغربی افکار ونظریات کی عکاسی کیوں کر رہے ہیں؟ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کی سب سے اہم وجہ صرف اسلام سے دوری، تعلق مع اللہ کا فقدان حیات دنیاوی سے غیر معمولی محبت ہے، قرآن مجید اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات ہمیں پیغام دے رہے ہیں کہ ہم اپنی خواہشات کے خول سے باہر نکل کر شیطانی آلۂ کاروں کی سازشوں کو ناکام بنائیں اپنے وجود کو اسلام کے اصولوں کے مطابق ڈھالیں۔

یقین رکھیں!!

مغربی افکار و اقدار، تہذیب وتمدن زندگی کے کسی موڑ پر بھی ہمارے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتے،

آج جو افراد مغرب کے اصول وقوانین اپنا چکے ہیں وہ موضع عبرت ہیں کہ درحقیقت ان کی زندگی ایسے موڑ پر آکھڑی ہوئی ہے جہاں سے تاریکیوں کی جانب سفر شروع ہوتا ہے، جہاں سے غبار نفس ایک مسلمان کی قدآور شخصیت کو کچل ڈالتا ہے، آزادیٔ افکار، اور مساوات کے یہ کھوکھلے نعرے ان بلبلوں کی مانند ہیں جو ایک ہی لمحے میں یوں فنا ہوجائیں گے جیسے کچھ تھا ہی نہیں۔ شاعر مشرق علامہ اقبال نے اہل مغرب سے اسی لیے کہا تھا اور کیا خوب کہا تھا۔

تمہاری تہذیب آپ اپنے خنجر سے خودکشی کرے گی
شاخ نازک پہ جو آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہو گا

مغرب کی طرف سے تہذیبی ارتداد، فکری انحراف اور تشکیکی اندازِ فکر کی جو بیماری پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے اس کا مقابلہ کرنے کے لیے بقول علامہ علی میاں ندوی رحمہ اللہ: " ضرورت ہے کہ ہم حقائق اور واقعات کا جرأت و دوراندیشی اور صحیح دینی روح اور دینی بصیرت کے ساتھ سامنا کریں، اور ملک میں دین کی صحیح تعلیم کے مطابق ہمہ گیر، صالح اور ضروری تبدیلی کے لیے صدق دل اور اخلاص کے ساتھ کوشش شروع کریں۔ جن چیزوں کا ازالہ اور سدّ باب ضروری ہو ان کا سد باب کیا جائے اور جن اصلاحات کا نفاذ اور جن اسکیموں کا آغاز ضروری ہو، ان کے آغاز میں دیر نہ کی جائے۔ اسلام، قرآن اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں اور اسلامی حدود کے مطابق معاشرہ میں مساوات اور انصاف قائم کیا جائے۔ اہل ملک کی خوش حالی اور فارغ البالی کے لیے ضروری قدم اٹھائے جائیں، کم از کم جمہور کے ہر فرد کے لیے امکانی حد تک ضروریاتِ زندگی کا بندوبست ہو۔ اس بے جا اسراف اور حد سے بڑھی ہوئی فضول خرچی کو ختم کیا جائے جو عوام کی حقیقی ضروریات بھی پوری ہونے نہیں دیتی۔ اغنیا و اہلِ ثروت میں ایثار کا مادہ، اور ضروریات سے فاضلِ مال کے خرچ کا جذبہ اور "يسئلونك ماذا ينفقون، قل العفو" پر عمل کرنے کا شوق ہو اور فقراء میں استغناء، خودداری اور اپنے گاڑھے پسینہ اور محنت و قابلیت سے اپنی ضروریات زندگی کے بندوبست کا جذبہ ہو۔ نظام تعلیم کو نئے سرے سے اس طرح ڈھالا جائے کہ وہ اسلام کے عقائد و اصول اور عصر جدید کے تغیرات اور علوم و سائل دونوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو اور دونوں کے تقاضے پورے کرتا ہو۔ اور نئی نسل میں ایک طرف ایمان و یقین اخلاقی قوت، استقامت، خود اعتمادی و خودداری اپنے دین پر غیر متزلزل یقین اور اس کے لیے قربانی کا جذبہ ہو تو وہیں دوسری طرف قوتِ ایجاد، فکری استقلال، بلند ہمتی اور اولوالعزمی پیدا کرنے اور جرات و ذہانت کے ساتھ مغرب کا مقابلہ کرنے کا جوہر اور اوصاف پید کیے جائیں"۔

افاداتِ اکابر

احسن المجالس

نوی پیٹ، نظام آباد

مدرسہ احسن المدارس نظام آباد میں منعقدہ حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ العالی کی ماہانہ اصلاحی مجلس کے چند اقتباسات جنہیں مولانا محمد عبدالقیوم شاکر قاسمی مدرس مدرسہ مظہر العلوم نظام آباد، نے قلمبند کر کے ماہنامہ اشرف الجرائد کے لئے روانہ کیا ہے۔ از: مرتب غفرلہٗ

خطبۂ افتتاحیہ کے بعد فرمایا:

بَلٰۤى اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا یَضُرُّكُمْ كَیْدُهُمْ شَیْــٴًـا (الأیۃ)

ملک کے موجودہ پریشان کن حالات میں مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈریں اور صبر کریں یعنی اپنے ایمان پر جم جائیں ثابت قدم رہیں دنیا کا کوئی بھی حکمران یا حکومت یا کوئی کالا قانون ہمیں اپنے ایمان سے ہٹانے نہ پائے آج ہمارے ملک میں ایک قسم کا اضطراب اور بے چینی پائی جارہی ہے خاص طور پر دیہات اور سلم علاقوں میں لوگ اپنے ایمان سے پھرتے جارہے ہیں، علم سے ناواقف اور لاعلم ہونے کی وجہ سے آج کئی عورتیں برقعہ پوش ہوکر مندروں اور چرچوں کو جارہی ہیں، اُن کو اپنے ایمان اور عقیدوں کی کوئی پرواہی نہیں ہے بلاسوچے سمجھے اپنے ایمان کا سودا کررہی ہیں، اِن کی عمریں گزررہی ہیں مگر ان کو عقیدوں کا پتہ نہیں ہے۔

حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ نے فرمایا کہ شدھی تحریک جو اس ملک کے پنجاب سندھ وغیرہ کے علاقہ میں شروع کی گئی تھی جس سے متاثر ہوکر سینکڑوں لوگ مرتد ہوکر اپنے اسلام کو سلام کر بیٹھے فرمایا کہ اس تحریک سے متاثر ہوکر مرتد ہونے والے وہی گھرانے اور لوگ تھے جو علم سے دور تھے جن میں جہالت عام ہوچکی تھی۔

اس لئے آج کے دور میں ایسے مسلمانوں کے ایمان واسلام کے تحفظ کو یقینی بنانے کی سخت ضرورت ہے جس کے لئے قریہ قریہ، گاؤں گاؤں مکاتب کا قیام ضروری ہے تاکہ ان مکاتبِ قرآنیہ کے ذریعہ ہم اپنی نسل کے ایمان وعقائد کی حفاظت کرسکیں۔

ان مکاتبِ قرآنیہ کے ذریعہ ہی ایمان کا تحفظ ممکن ہے چونکہ قرآن کا پڑھنے والا کبھی ہدایت سے محروم نہیں

ہوتا، ہم لوگ قرآن کی حفاظت نہیں کرتے جس کی وجہ سے قرآن ہماری حفاظت نہیں کر رہا ہے، جس دم مسلمان قرآن کی حفاظت کرنے والا بن جائے گا تو یہ قرآن ان کی جان مال اور دین واعمال کا محافظ بن جائے گا، آج ہم دیکھیں کہ سونا چاندی، مال ودولت اور قیمتی سامانوں کی اس لئے حفاظت کرتے ہیں تاکہ یہ ہمارے لئے کسی بھی مصیبت کے وقت کام آئے گا، اگر مکاتب کا قیام عمل میں آجائے اور وہاں بچوں بچیوں اور چھوٹوں بڑوں کی تعلیم کا اچھا انتظام ہوجائے تو پھر یہی قرآن ہماری حفاظت وہدایت کا کام کرے گا، انہی مکاتب کے ذریعہ ہمیں اعمال کا شوق پیدا ہوگا، ہمیں معلوم ہوگا کہ نماز کیا ہے؟ روزہ کیا ہے؟ تعلیمات اسلام کیا ہیں؟

آج مسلمانوں کا اکثر طبقہ بے نمازی ہوتا جارہا ہے جن کو نماز کی اہمیت کا ہی پتہ نہیں ہے، نماز کے ترک کرنے کا انجام کتنا برا ہوگا، اور اس کے نہ پڑھنے کی کیا سزا اللہ اور اس کے رسول نے بتلائی ہے وہ اس سے واقف ہی نہیں ہیں، ہمیں اگر حالات کا مقابلہ کرنا اور اپنے ایمان کا تحفظ کرنا ہے تو مسجدوں کو نمازوں سے آباد کرکے ہمیں اپنے ایمان پر جم جانا پڑے گا۔

ان حالات میں ہمیں کسی حکمران جماعت یا کوئی ایک فرد یا دشمن نے مبتلا نہیں کیا بلکہ ان دشمنوں کے مالک نے ہمیں ان حالات میں گھیرا ہے، دشمنوں کی کیا مجال اور طاقت کہ وہ ہم سے مقابلہ کریں۔ ہمیں اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ اللہ نے ہمیں ان حالات میں کیوں مبتلاء کیا ہے؟ تو صاف بات ہے دوستو! کہ ہم اپنے پیدا کرنے والے کی نافرمانی کرنے کے عادی ہوگئے، نمازوں کو چھوڑ کر اللہ کی نافرمانی اور بغاوت ہمارے اندر آگئی، جس کی وجہ سے اللہ نے ہمارے اوپر ان ظالموں کو مسلط کرکے اس دنیا میں سزاؤں کا مزہ چکھا رہے ہیں، دنیا اور آخرت کی پریشانیوں اور ہولناکیوں سے اگر ہم نجات چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ ہم نمازوں کے پابند بن جائیں اپنے ایمان پر جم جائیں اور ہر حال میں نمازوں کا اہتمام کرنے والے بن جائیں، اللہ تعالیٰ دشمنوں کے دل میں ہماری ہیبت اور ڈر ڈال دیں گے اور اگر نمازوں کو ترک کردیں گے ہمارے دلوں میں ان کا ڈر پیدا فرما کر ان کے دلوں سے ہمارا ڈر نکال دیں گے۔

اس لئے ضروری ہے کہ ہم لوگ نمازوں کی پابندی کریں، کسب حلال کا اہتمام کریں، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم برادران وطن، سب کے ساتھ اچھا رویہ رکھیں۔

اللہ کے نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت میری امت پر ایک ایسا دور آئے گا کہ لوگ اس طرح ان کے ایمان کو لوٹنے کی غرض سے اکھٹا ہوں گے جس طرح کسی مالدار کے دسترخوان پر بھوکے لوگ اُمڈ پڑتے ہیں صحابہؓ نے سوال کیا اے اللہ کے نبی! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم لوگ اس وقت تعداد میں کم ہوں گے کہ لوگ

ہم کو اتنا آسانی سے مٹانے کے لئے تلے ہوں گے ا،للہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ نہیں تم لوگ اس وقت بڑی تعداد میں ہوں گے تو صحابہؓ نے پھر پوچھا کہ ایسے کیسے ہوگا اور کیوں ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے دلوں میں وھن آجائے گا۔سوال کیا گیا کہ وہن کیا چیز ہے فرمایا کہ

حب الدنیا و کراھیۃ الموت مرنے سے ڈرنا اور جینے کی آرزو کرنا

صحابہ کرامؓ مرنے کے لئے جیتے تھے کہ ہماری جان اللہ کے دین کے لئے قبول ہوجائے،آج یہی وھن کا مرض ہم کو لاحق ہوچکا ہے اسی کی وجہ سے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ دشمنوں کے دلوں سے تمہارا ڈر اور خوف نکل جائے گا اوران کا خوف تمہارے دلوں میں آجائے گا۔

آج غور کریں تو معلوم ہوگا کہ ہمارے دلوں میں دشمن کا خوف آگیا ہے حالاں کہ ہم اللہ کے بندے ہیں ایمان والے بندے ہیں ہم کسی سے نہ ڈریں۔کیوں کہ۔

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

ہم ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کریں گے اپنے دین پر اور زیادہ جم کر عمل کریں گے

حالات کا حل صرف اس بات میں ہے کہ

(1) ہر تدبیر کو اختیار کیا جائے اوراحتجاج کرنے والوں کا تعاون کرکے اپنی حصہ داری بتائیں۔

(2) اللہ کو راضی کرنے کی فکر کریں بطور خاص نماز والے عمل سے اللہ کو راضی کریں۔

(3) حرام کاموں سے باز رہیں اجتناب اور پرہیز کریں۔

(4) اسی کے ساتھ ساتھ اگر جان کی نوبت پڑ جائے تو جان دے کر اپنے ایمان کا تحفظ کیا جائے۔جان دے کر ہمیں اپنے ایمان کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے اور وہن کے مرض کو اپنے قریب بھی نہ آنے دیں۔

اللہ سے تعلق پیدا کریں جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ پانچ وقت کی نمازوں کے عادی بن جائیں۔

ہم اگر اللہ کے سچے پکے بندے بن جائیں تو کوئی طاقت اور دشمن بھی ہم کو نہیں مٹا سکتا۔

افاداتِ اکابر

مُلک کے موجودہ حالات
اور حضرت خطیبُ الاسلامؒ کے قیمتی ملفوظات

جامع ومرتب: مولانا قاری محمد یامین قاسمی ایم اے علیگ *

ارشاد فرمایا کہ: آج ملّت اسلامیہ پریشان حال ہے، لیکن اسلام کی درجِ ذیل فطری تعلیمات اور ہدایات پر عمل کے ذریعہ ہی ان پریشانیوں سے نجات پا سکتی ہے، اس لئے بطور پیغام یہ اسلامی ہدایات پیش خدمت ہیں۔

(1) ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: ''قُرَّةُ عَيۡنِي فِي الصَّلٰوةِ'' میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف یہ کہ اپنے لئے بلکہ ساری اُمّت کے لئے نماز کو راحت دل وجان بتایا، اس لئے خاص طور سے مسلمانوں پر نماز کی پابندی ضروری ہے، یہی مومن کی شناخت بھی ہے اور بہت سی برائیوں سے رُکنے کا سبب بھی، نماز پنجگانہ کے علاوہ حتی الامکان صلوٰۃ الحاجت بھی ادا کرنی چاہئے۔

(2) ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: اَعۡمَالُکُمۡ عمالُکُمۡ؛ یعنی اپنی مصیبتوں اور پریشانیوں کا سبب دوسروں کو قرار دینے سے پہلے اپنے اعمال پر بھی نگاہ ڈالو، اور اپنے ساتھ حاکموں کے طرزِ عمل کو اپنے اعمال کے آئینہ میں دیکھو، اُن کی نرم دلی تمہارے نیک اعمال کا ثمرہ ہوتی ہے، اور ان کی سختی تمہارے برے اعمال کے نتیجے کے طور پر سامنے آتی ہے کیونکہ انسانی دلوں کو نرمی یا سختی کی جانب مائل کرنا صرف اللہ رب العزت ہی کے قبضے میں ہے، اس لئے ہمارا سب سے پہلا اور مؤمنانہ فریضہ یہ ہے کہ ہم خوف خدا کے ساتھ اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی عادت ڈالیں، اور انہیں درست کرنے کی زیادہ کوشش کریں۔

(3) کَفٰی بِالمرءِ کَذِبًا اَنۡ یحدِّث بکُلِّ مَا سَمِعَ۔ فتنوں کا سدباب کرنے کے لئے یہ شرعی ہدایت بھی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہے کہ آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر اس بات کو جو کان میں پڑے بلا تحقیق دوسروں کے سامنے نقل کر دے۔ اس لئے کان میں پڑی کسی بات کو بلا تحقیق ہرگز زبان پر نہ لایا جائے کیونکہ یہ افواہ ہے اور افواہیں ہی بسا اوقات بڑے بڑے حادثوں کا سبب بن جاتی ہیں۔

* بانی ومہتمم مدرسہ جامعہ طیبہ وادارہ دار الاشاعت، حیدر آباد

(4) اپنی جان و مال، عزت وآبرو اور دین وایمان کی حفاظت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہی اللہ تعالی سے مانگی جائے کیوں کہ اسی میں خدائی مدد شامل حال ہوتی ہے، برخلاف من گھڑت اور خود ساختہ طریقوں کے کہ ان میں نہ مدد خداوندی شامل ہوتی ہے اور نہ وہ اللہ کے یہاں مقبول ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے ذریعۂ حفاظت بننے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(5) یہ تجرباتی حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ پیش آمد مشکل اور پریشانی کا جذبات کی رو میں حل تو کیا نکلتا مزید تکلیف دہ مسائل ضرور پیدا ہوجاتے ہیں، اس لئے جذبات کے بجائے غیرت قومی وحمیت دینی کے ساتھ شعور واحساس کی روشنی میں مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جانی ضروری ہے۔

(6) ایک حل طلب مسئلہ کے ساتھ دوسرے غیر متعلق حل طلب مسئلہ کو جوڑ دینا تجربۃً دونوں مسئلوں کو حل ہونے نہیں دیتا ہے بلکہ اور زیادہ پُر پیچ بنا دیتا ہے اس لئے اس غلطی سے مکمل پرہیز کرنا ضروری ہے۔

(7) ہر زمانے میں اس شرعی رہنما اصول کے پیش نظر رکھنے کو مومنانہ ذمہ داری سمجھنا چاہئے کہ کسی سے دوستی یا دشمنی میں حد سے آگے نہ بڑھو بلکہ اعتدال پر رہو کیوں کہ آج کا دشمن کل کا دوست بھی ہوسکتا ہے اور آج کا دوست کل کا دشمن بھی ہوسکتا ہے۔

(8) وقت اور حالات امید کے خلاف ہوجانے کی صورت میں ہمت اور حوصلہ کو اللہ کے بھروسہ پر برقرار رکھو، اسی ہمت وحوصلے سے وہ صحیح راہ سامنے آسکتی ہے کہ جو وقت وحالات کو صحیح رخ دے کر امیدوں کو پورا کرسکتی ہے۔ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔

(9) یاد رکھئے کہ بلا لحاظ مذہب وملت، ہر مظلوم اور مصیبت زدہ انسان کو ظلم اور مصیبت سے نجات دلانے کے لئے ضروری تیاری کرنا، اور تیار رہنا انسانی ضرورت بھی ہے اور شرعی ہدایت بھی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”تمام انسان اللہ کا کنبہ ہیں پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ انسان وہی ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے“۔

(10) پریشانی کے وقت لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد کریں۔ اور اگر یہ یاد نہ ہو تو یا سَلَامُ زیادہ سے زیادہ پڑھتے رہیں۔

عام مسلمانوں کے لئے مندرجہ ذیل دعاؤں کا ورد بھی بہتر ہے۔ (1) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (2) رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا، وَاغْفِرْ لَنَا، رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ۔ اور حفاظ قرآن عام طور پر سورۂ یٰسین، سورۂ نوح، سورۂ فتح کا ورد کرتے رہیں۔

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مولانا مفتی ندیم الدین قاسمی*

مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کرنا

سوال: مسجد میں آتے جاتے سلام کرنا کیسا ہے؟ آدمی نماز پڑھتے ہوں تو کیا حکم ہے؟ بعض بیٹھے اور بعض نماز میں مشغول ہوں تو کیا حکم ہے؟

جواب: مسجد میں لوگ نماز اور ذکر میں مشغول نہ ہوں تو سلام کرے، اور اگر مشغول ہوں یا مسجد میں کوئی نہ ہو تو داخل ہوتے وقت یہ کہیے "السلام علینا من ربنا و علی عباد اللہ الصالحین" اور اگر بعض نماز میں اور بعض فارغ بیٹھے ہوں تو اگر فارغین اتنی دور ہوں کہ ان کو سلام کرنے سے یا ان کے سلام کے جواب سے نماز میں مشغول افراد کو حرج نہ ہوتا ہو تو سلام کی اجازت ہے ورنہ نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۱۲۲)

تلاوت کرنے والے کو سلام کرنا

سوال: قرآن شریف کی تلاوت کرنے والے کو سلام کرنا کیسا ہے؟ اور تلاوت کرنے والا سلام کا جواب دے یا نہیں؟

جواب: تلاوت کرنے والے کو سلام نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر کسی نے سلام کیا تو بہتر یہ ہے کہ تلاوت کرنے والا سلام کا جواب دے۔ (فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۱۲۴)

ہندوؤں کو نمستے کہنا

سوال: ہندوؤں کو نمسکار، یا نمستے کہنا کیسا ہے؟

جواب: اس کی اجازت نہیں ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۱۰/ ۱۲۷)

میت کے ہاتھ کہاں رکھے جائے؟

سوال: میت کے ہاتھ سینے پر رکھنا چاہیئے یا دونوں بازو میں؟

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

جواب: میت کے ہاتھ سینہ پر نہیں بلکہ دونوں پہلوؤں میں رکھنا چاہیئے۔(امداد الفتاویٰ:۱/ ۶۰۷)

قبر پر اذان دینے کا حکم

سوال: بعض علاقوں میں قبر پر اذان دینے کا طریقہ رائج ہے، شرعا اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام سے قبر پر اذان دینا ثابت نہیں ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔(فتاویٰ دار العلوم زکریا ۳/ ۴۹)

میت کے گھر ضیافت کا حکم

سوال: میت کے گھر میں تین دن تک دعوتوں کا سلسلہ جاری رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: میت کے گھر ضیافت کا کھانا تیار کرنا اور برادری وغیرہ کو دعوت دینا، یہ قبیح رسم ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیئے۔(فتاویٰ دار العلوم زکریا ۳/ ۵۷)

خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ کا حکم

سوال: خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟

جواب: خودکشی ایک سنگین گناہ ہے، مگر وہ شخص کافر نہیں ہے لہذا نماز جنازہ پڑھی جائے گی، ہاں مقتدا اور سربراہِ قوم اگر شرکت نہ کریں گناہ کی سنگینی کا اظہار کرتے ہوئے تو مناسب ہے۔(فتاویٰ دار العلوم زکریا ۳/ ۶۳)

قبر کا طواف کرنا

سوال: قبر کا طواف کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبر کا طواف کرنا حرام ہے، بعض صورتوں میں یہ عمل کفر ہے۔(جامع الفتاویٰ: ۲/ ۵۰۵)

ادعیہ واذکار والی جنتری کو بیت الخلا میں ساتھ لے جانے کا حکم؟

سوال: (پاکٹ سائز) جنتری وغیرہ جس میں اسماء حسنیٰ یا خطبۂ جمعہ یا دیگر اذکار ہوں تو جیب میں رکھ کر بیت الخلاء جاسکتے ہیں یا نہیں؟

جواب: ایسی جنتری جس میں ذکر کردہ چیزیں ہوں تو ادب کا تقاضہ اور بہتر یہی ہے کہ ان کو بیت الخلاء کے باہر کسی محفوظ جگہ پر رکھ کر جائے اس کے باوجود اگر کوئی لے کر چلا جائے تو کوئی قباحت نہیں۔

(مستفاد: فتاویٰ حقانیہ: ۲/ ۶۰۱)

احوال وکوائف

جامعہ کے شب وروز

از: مفتی محمد احمد علی قاسمی*

طلبہ کی تعلیمی واصلاحی سرگرمیاں

✷ ۲/ ۹/ ۱۶/ ۲۳/ جنوری ۲۰۲۰ء کو ادارہ میں طلباء کی ہفتہ واری اصلاحی وتربیتی مجلس مسجد اشرف خواجہ باغ میں منعقد ہوئی، جس میں مفتی احسان احمد صدیقی صاحب، مولانا احمد عبید الرحمٰن اطہر صاحب مدظلہٗ، حضرت اقدس ناظم صاحب زید مجدہم نے طلبہ سے خطاب فرمایا۔ نیز ادارہ کے شعبہ اکبر باغ معہد الاشرف کے طلبہ کے لئے اصلاحی مجالس ہر اتوار بعد نماز عصر اور ہر جمعہ بعد نماز عشاء منعقد ہوتی ہے، جس میں ادارہ کے معتمدِ باوقار، مجاز بیعت حضرت شاہ حکیم اختر صاحب رحمہ اللہ کے مجاز وخلیفہ حضرت شاہ قادر معین الدین صاحب زید مجدہ، اور حضرت ناظم صاحب مدظلہ سے طلبہ مستفید ہوتے ہیں۔

✷ ادارہ کے شعبۂ معہد الاشرف (اکبر باغ) کے طلبہ کی ایک تربیتی نشست منعقد ہوئی جس میں فتنۂ شکیلیت اور فتنہ چن بسویشور (صدیق دین دار) کے موضوعات پر محترم ومکرم مولانا انصار اللہ قاسمی، اور مولانا وجیہ الدین قاسمی نے محاضرات پیش فرمائے۔

✷ اسی طرح شعبہ افتاء ودورۂ حدیث کے طلبہ کے لئے بھی ۲/جنوری ۲۰۲۰ء کو ’’جدید پیش آمدہ مسائل میں دیوبند کا احتیاطی مزاج اور اباحیت پسندی‘‘ پر مفتی عباد الرحمٰن قاسمی زید فضلہٗ، ۱۰/جنوری ۲۰۲۰ء کو ’’فقہ حنفی کے اختلافی مسائل اور ترجیحی طریقے‘‘ پر مولانا مفتی جمال الدین صاحب زید مجدہٗ، ۲۳/جنوری ۲۰۲۰ء کو ’’مشترکہ خاندان کے فوائد ونقصانات‘‘ پر مفتی ابوبکر جابر قاسمی زید مجدہٗ، ۳۰/جنوری ۲۰۲۰ء کو ’’دار القضاء کی اہمیت وضرورت‘‘ پر مفتی مکرم محی الدین صاحب زید علمہ نے محاضرات پیش کئے۔

✷ ۹/جنوری ۲۰۲۰ء کو بروز جمعرات اجتماعی انجمن کے موقع پر تحریری مسابقہ میں فائق طلبہ کو انعامات کی تقسیم عمل میں آئی۔

✷ انشاء اللہ تعالیٰ طلبہ کی انجمن تہذیب اللسان کا سالانہ مسابقتی پروگرام ۱۸/ ۱۹/ ۲۰/فروری ۲۰۲۰ء

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

بروز منگل، چہارشنبہ، جمعرات کو منعقد ہوگا۔ جس میں اردو، عربی، انگریزی، تلگو، مراٹھی زبانوں میں طلبہ تقریری مظاہرہ پیش کریں گے، علاوہ ازیں بیت بازی اور محادثاتی پروگرام بھی منعقد ہوگا۔

✷ ۵/جنوری ۲۰۲۰ء کو ادارہ کے شعبۂ نشرواشاعت سے ماہنامہ اشرف الجرائد ڈسمبر کا شمارہ بذریعہ پوسٹ ممبران کے نام پوسٹ ہوا۔

✷ ۱۲/جنوری ۲۰۲۰ء بروز اتوار ماہانہ "اشرف المجالس" ہوئی، دن بھر ادارہ کی مسجدِ اشرف میں نظامِ اعتکاف چلا، جس میں سالکین انفرادی اعمال کے ساتھ ساتھ اصلاح وتربیت کی خصوصی مجالس سے مستفید ہوئے، بعد نماز مغرب ناظمِ ادارہ، مدیر مکرم حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم کا "نفس وشیطان کی پیروی سے اجتناب اور انابت الی اللہ" کے موضوع پر فکر انگیز اصلاحی خطاب ہوا۔

✷ ۲۵/جنوری ۲۰۲۰ء بروز شنبہ جامعہ مظاہر علوم سہارن پور کے استاذ حدیث حضرت مولانا مفتی طاہر صاحب دامت برکاتہم ادارہ ہذا تشریف لائے اور طلبہ واساتذہ کرام سے خطاب فرمایا۔

مدیر محترم کی دینی ودعوتی سرگرمیاں

✷ یکم جنوری ۲۰۲۰ء، رات ۷ بجے فلائٹ سے چنئی کے لئے دوروزہ دورے پر روانگی، مدرسہ کاشف الہدیٰ میں عشائیہ وقیامِ شب ہوا۔

✷ ۲/جنوری ۲۰۲۰ء صبح نمازِ فجر کے بعد مدرسہ کاشف الہدیٰ چنئی میں طلبہ واساتذہ سے خطاب ہوا، ۹/بجے ایک مقامی مدرسہ میں ختم قرآن مجید کی محفل میں شرکت کی اور طلبہ سے خطاب فرمایا، ۱۱/بجے چھوٹی مسجد آمبور میں محفلِ نکاح میں خصوصی خطاب کیا، بعد نماز مغرب ویلور میں "حالاتِ حاضرہ اور ہماری ذمہ داریاں" کے عنوان پر تفصیلی خطاب فرمایا۔

✷ ۳/جنوری صبح ۷ بجے مدرسہ نور محمد میل ویشارم میں علماء وائمہ کے خصوصی اجتماع سے خطاب فرمایا، قبل نمازِ جمعہ نوتعمیر شدہ مسجد میں خطاب کیا اور امامت وخطابت کے ذریعہ افتتاح عمل میں آیا، بعد ازاں براہِ چنئی حیدرآباد واپسی۔

✷ ۷/جنوری ۲۰۲۰ء کو براہِ بنگلور آمبور پہونچے، بعد نمازِ مغرب قادر پیٹ کی مسجد میں حالاتِ حاضرہ اور مسلمانوں کی ذمہ داری کے عنوان پر تفصیلی خطاب فرمایا، کافی بڑے مجمع نے استفادہ کیا۔

✷ ۸/جنوری صبح کی نماز اسی مقام کے ایک مدرسہ کی مسجد میں ادا کر کے طلبہ سے خصوصی خطاب کیا گیا، بعد نمازِ عصر رائے چوٹی میں مولانا نور اللہ صاحب مدظلہٗ کی عیادت کر کے براہِ نندیال وکرنول حیدرآباد واپسی ہوئی۔

✷ ۱۱/جنوری دن میں ۱۱/بجے محبوب نگر میں "فیوچر لیڈرز انٹرنیشنل اسکول" کی افتتاحی تقریب میں شرکت اور حاضرین سے خطاب فرمایا، یہ اسکول مولانا امیر اللہ خان صاحب کے فرزند مولانا ثناء اللہ خان نے بڑے پیمانے پر

جدید انداز پر قائم کیا ہے۔

✷ ۱۵؍جنوری ۲۰۲۰ء کوستنا پلی، آندھرا پردیش کے ایک موضع میں بیس دیہاتوں میں جاری مکاتب کے طلبہ وطالبات کے لئے رکھے گئے ایک قرآنی مسابقے میں شرکت کرکے کامیاب طلبہ وطالبات کوانعام سے نوازا، اوران کے سرپرستوں سے خطاب فرمایا، اس مسابقے میں پونے چارسوطلبہ وطالبات نے حصہ لیا تھااور بہت ذوق وشوق سے حصہ لیا تھا۔اسی دن شام میں بعد نمازِ مغرب گنٹورشہر میں ''حالاتِ حاضرہ اور مسلمانوں کی ذمہ داری'' کےعنوان سے بُلائے گئے ایک بڑے اجلاس میں کلیدی خطاب فرمایا۔

✷ ۱۹؍جنوری کوضلع نندیال کے آرلہ گڈہ میں دینی تعلیمی بورڈ کے تحت جوڑے گئے علماء، ائمہ کے ایک اہم اجلاس میں شرکت کرکے دیہی علاقوں میں مکاتب کے قیام کی ضرورت پر تفصیلی خطاب فرمایا، عوام وخواص کی بڑی تعداد اس میں شریک تھی، جس میں ۴۰؍مکاتب کی تشکیل عمل میں آئی۔

✷ ۲۰؍جنوری، کو بعد نمازِ مغرب مدرسہ احسن المدارس نوی پیٹ میں اصلاحی مجلس سے خطاب فرمایا۔

✷ ۲۱؍جنوری کو بعد نمازِ مغرب ادارہ امدادالعلوم نارائن کھیڑ، میں اصلاحی مجلس سے خطاب فرمایا۔ان ہر دو مجالس میں اطراف کے دیہاتوں سے سینکڑوں مردوخواتین ہر ماہ جوڑے جاتے ہیں، اور مقامی احباب ان کے لئے طعام کانظم بھی کرتے ہیں۔

✷ ۲۵؍جنوری ۲۰۲۰ء کو بعد نماز عشاء مسجدِ ظہور باغ سعید آباد میں دینی واصلاحی خطاب فرمایا۔

✷ ۲۶؍جنوری ۲۰۲۰ء کو صبح ۸/۳۰ بجے ادارہ ہذا میں پرچم کشائی، ۹/۳۰ بجے اکبر باغ چوراہے پر پرچم کُشائی کے اجتماع سے دستور بچاؤ ملک بچاؤ عنوان کے تحت خصوصی خطاب فرمایا، ۱۰/۳۰ بجے مدرسہ تجوید القرآن عنبر پیٹ میں دستورِ ہند کی اہمیت افادیت اوراس پرمنڈلاتے خطرات پر تفصیلی خطابِ عام ہوا۔اسی دن بعد نماز ظہر شاہ پورنگر میں نوتعمیر شدہ مسجدِ بلال کے افتتاح کے موقعہ پر عمومی خطاب فرمایا۔

✷ ۲۸؍جنوری ۲۰۲۰ء بعد نمازِ مغرب سعید آباد میں ایک مکتب کے افتتاحی پروگرام میں بچوں کے لئے دینی تعلیم وتربیت کےعنوان پرخطاب۔

✷ ۳۰؍جنوری ۲۰۲۰ کو صبح ترانے کے بعد کی جانے والی سلسلۂ تلاوت کی اختتامی تقریب میں طلبہ واساتذہ کو خصوصی نصائح فرمائیں۔

خبرنامہ

عالمِ اسلام کی خبریں

✷ فلسطینی گاؤں العراقیب کو اسرائیل نے ۱۷۰ امرتبہ مسمار کیا، ۲/لاکھ کی آبادی کو نہایت کٹھن صورتحال کا سامنا۔ (روزنامہ اعتماد، ۲/۱/۲۰۲۰ء)

✷ لبنان فلسطینی پناہ گزینوں کے لئے حماس کی مدد۔ (روزنامہ اعتماد، ۲/۱/۲۰۲۰ء)

✷ ترکی کو بحر روم سے بے دخل کرنے کے تمام منصوبے ناکام بنادیئے گئے۔ طیب رجب اردغان۔ (روزنامہ اعتماد، ۲/۱/۲۰۲۰ء)

✷ پاکستان کو معاشی منصوبوں کے لئے یو اے ای کی 20 کروڑ ڈالر کی امداد۔ (روزنامہ اعتماد، ۲/۱/۲۰۲۰ء)

✷ خواتین کو بااختیار بنانے میں سعودی عرب اصلاح پسند مُلک۔ (روزنامہ منصف: ۱۷/جنوری ۲۰۲۰ء)

✷ دنیا میں تقریباً ۵۰/کروڑ افراد بے روزگار، اقوامِ متحدہ کی رپورٹ۔ (روزنامہ منصف، ۲۲/۱/۲۰۲۰ء)

✷ سعودی عرب میں انگریزی کی تعلیم پہلی جماعت سے ہوگی؛ سعودی وزیرِ تعلیم۔ (سیاست، ۲۳/۱/۲۰۲۰ء)

✷ توہینِ اسلام پر یو اے ای میں تین افراد پر چارلاکھ ڈالر جرمانہ (روزنامہ سیاست، ۲۳/۱/۲۰۲۰ء)

✷ روہنگیا مسلمانوں کے تحفظ کو یقینی بنانے کا حکم۔ عالمی عدالتِ انصاف کا فیصلہ (اعتماد، ۲۴/۱/۲۰۲۰ء)

✷ امام مسجد اقصیٰ شیخ عکرمہ صبری کے قبلہ اول میں داخلہ پر تین ماہ کی پابندی۔ (روزنامہ اعتماد، ۲۷/۱/۲۰۲۰ء)

✷ ترکی میں زلزلہ کے مہلوکین کی تعداد ۳۱/ ہوگئی، صدر طیب اردگان کی متاثرین سے ملاقات اور امدادی کاموں کا جائزہ۔ (روزنامہ اعتماد، ۲۷/۱/۲۰۲۰ء)

✷ مسجد حرام کی روزانہ صفائی کے لئے ۲۱۵۵ جراثم کُش ادویہ کا چھڑکاؤ۔ (اعتماد، ۳۱/جنوری ۲۰۲۰ء)

✷ مشرقی یروشلم، فلسطینی ریاست کا اٹوٹ حصہ۔ اوآئی سی، بیت المقدس مسلمانوں کا مقدس مقام، اسرائیل کے حوالے کرنے کا منصوبہ ناقابلِ قبول۔ (اعتماد، ۳۱/جنوری ۲۰۲۰ء)

ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 RD/RNP/HSE/884/20-22
Date of Publication 3rd February-20, date of Posting 5th Feb-20

REGAL

Cell: 9246823311

BRASS & STEEL WARE HOSPITALITY SERVICES

WHOLESALE DEALERS IN:

Copper, Brass, Steel, Aluminum, Crockery, Melamine, Cutlery,
Items for Hotels, Function Halls, Tent Houses, Marriages, kitchens, Etc.

Head Office: # 15-6-45/77, Opp. Osmania Hospital, Begum Bazar, Hyd.
E-mail: regalmetals@rediffmail.com Ph: 65593311
Showroom: # 15-5-52/A, Opp. Grand Hotel, Afzal Gunj, Hyd.
Ph: 64513311, Fax: 24613311

Printed.Published and Owned by Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Behind Masjid e Meraj, Sayeedabad, Hyd.